الدِّينُ النَّصِيحَةُ
دین سراسر خیر خواہی ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا (القرآن)

ھدایت یا گمراھی

مع اضافہ جات

وجوابِ خیرخواھی

- الھدیٰ انٹرنیشنل قرآن وحدیث کی روشنی میں
- ڈاکٹر صاحبہ کا انٹرویو حقیقت کے آئینہ میں
- الھدیٰ کے متعلق استفتاء اور اس کے مصدقہ جوابات
- کتاب خیر خواہی بجواب ھدایت یا گمراہی کا علمی تعاقب

مرتب
مفتی مطیع الرحمن

تصدیق و پسند فرمودہ
اکابر علمائے کرام

ادارۃ النصیحۃ

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا (القرآن)

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ (الحديث)
دین سراسر خیر خواہی ہے

ھدایت یا گمراھی

مع اضافہ جات

وجوابِ خیرخواھی

- الھدیٰ انٹرنیشنل قرآن وحدیث کی روشنی میں
- ڈاکٹر صاحبہ کا انٹرویو حقیقت کے آئینہ میں
- الھدیٰ کے متعلق استفتاء اوراس کے مصدقہ جوابات
- کتاب خیرخواہی بجواب ھدایت یا گمراہی کا علمی تعاقب

مرتب

مُفتی مطیع الرحمن

تصدیق وپسند فرمودہ

اکابر علمائے کرام

اِدَارَۃُ النَّصِیحَۃِ
مکان نمبر 746، پی آئی بی کالونی کراچی
موبائل: 0321-2044292

نام کتاب:	ھدایت یا گمراھی
مؤلف:	مفتی مطیع الرحمن
ضخامت:	۱۷۶
کمپوزنگ:	فاروق اعظم سروسز
سن اشاعت:	۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ
طباعت:	النصیحہ پرنٹر اینڈ پبلیشر 0321-9258029, 0313-9258029

اسٹاکسٹ

ادارۃ النصیحۃ

مکان نمبر746پی آئی بی کالونی کراچی

موبائل: 0321-2044292،

مکتبہ السعید

برانچ (۱) بالمقابل جامعہ فاروقیہ کراچی

برانچ (۲) الفرقان پلازہ، دوکان نمبر ۱

نزد تبلیغی مرکز مدنی مسجد، کراچی

فون: 021-8340224، موبائل: 0300-3524717

دیگر ملنے کے پتے

☆ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان

☆ اسلامی کتب خانہ کراچی

☆ مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید لاہور

☆ ادارۃ الانور کراچی

☆ بیت الاشاعت کراچی

☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

☆ دارالاشاعت کراچی

☆ بیت العلوم لاہور،

☆ مکتبہ رحمانیہ لاہور

☆ مکتبہ فاروقیہ پشاور

فہرستِ مضامین

تقریظ وتصدیق

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب نور اللہ مرقدہ

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ فتنے ایک ایک کر کے دلوں پر پیش کئے جاتے ہیں، جو دل ان فتنوں کو قبول کرتا ہے وہ گمراہ ومتاثر ہو جاتا ہے اور جو دل ان فتنوں کو رد کر کے انکار کرتا ہے وہ گمراہی سے محفوظ رہ جاتا ہے ہمارا یہ آخری دور حدیث شریف کے مضمون کے مطابق فتنوں کا دور ہے اس دور میں عام مسلمان اپنی کمزوریٔ ایمان اور سہولت پسندی کی بناء پر ہر اس فتنے کی طرف بہت جلد متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں جدت اور سہولت ہو۔ انہیں فتنوں میں سے ایک فتنہ اور گمراہی ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کا فتنہ ہے جو ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' ٹرسٹ کے نام سے ظاہر ہوا ہے اور خواتین خصوصاً فیشن ایبل اور برگر فیملی خواتین میں بہت زیادہ تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا خاتون ہر مسئلے میں لوگوں کی جدت اور سہولت کو مدنظر رکھ کر نیا اسلام پیش کر رہی ہے اور آج کل یہ فتنہ خواتین میں نہایت زوروں پر ہے اس لئے اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس فتنے کا تعاقب کیا جائے اور اس کے گمراہ کن اثرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے اگرچہ اس سلسلے میں اس سے پہلے بھی بعض علماء نے کاوشیں کی تھیں لیکن اب ہمارے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے متخصص مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے یہ تازہ کوشش نہایت دل سوزی اور ناصحانہ انداز میں کی ہے۔ بندہ نے اس مضمون کا اکثر حصہ پڑھا ہے ماشاء اللہ انتہائی جامع اور ناصحانہ مضمون ہے۔ بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو جامع اور ناشرین کے لئے علم وعمل کی ترقی کا ذریعہ بنائے اور اپنی مخلوق کے لئے اس کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین

نظام الدین

۱۹/۴/۱۴۲۳ھ

تصدیق

حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری مدظلہ العالی

نائب رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما.

ابتداءً یہ حدیث ملاحظہ کریں:

"عن ابراھیم بن عبدالرحمن قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین."

دشمنانِ اسلام شروع دن سے دین اسلام کو مٹانے کے درپے رہے اور جب وہ اپنے اس ناپاک ارادہ میں ناکام ہوئے تو انہوں نے اپنا طریقہ کار تبدیل کر دیا۔ کبھی علمی انداز میں فلسفیانہ طرز پر عقائد اسلامیہ میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی علمائے اسلام نے اسی انداز میں ان کا تعاقب کر کے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا اور بھی کئی حربے آزمائے لیکن اللہ کے فضل وکرم سے علمائے اسلام نے ان کی تمام کوششوں کو بے اثر بنا دیا اب ہمارے دور میں دشمنانِ اسلام نے دین دوست اور خدمت اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے اور اس میں تحریف وتبدیل کی راہ اپنائی ہے۔ انہیں فتنوں میں سے فہم قرآن، تعلیم دین کے عنوان سے "الہدیٰ انٹرنیشنل" نے مسلمانوں کے درمیان اپنی راہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ علمائے امت نے حضور ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق اس کا تعاقب کیا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور مسلمانوں کو گمراہی کے

دلدل سے بچانے کی کوشش عزیز محترم مولانا مطیع الرحمٰن صاحب زید علمہ کا کتابچہ (رسالہ) ہدایت یا گمراہی؟ آپ کے سامنے ہے۔ جس میں عزیز محترم نے انتہائی خیر خواہی اور محبت دین کے جذبہ سے اس فتنہ سے پردہ اٹھایا ہے۔ بندہ نے موقع بموقع اس کتاب کے مضامین کا مطالعہ کیا ہے اور حسبِ موقعہ ترمیم واضافہ بھی کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ''الہدیٰ'' کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور دیگر مسلمانوں کو اس فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

محمد عبدالمجید دین پوری غفرلہ
دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
۲۰/۴/ ۱۴۲۳ھ، ۲/۷/ ۲۰۰۲ء
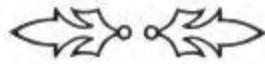
مقدمہ

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری دامت فیوضہم

خلیفہ مجاز و معتمد خصوصی حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ تعالیٰ

و مدیر ماہنامہ بینات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے اس کا فرض تھا کہ اپنی امت کو وہ چیزیں بتلائے جسے وہ ان کے لئے بہتر سمجھتا ہے اور ان چیزوں سے ڈرائے جو ان کے لئے برا سمجھتا ہے، سنو! اس امت کی عافیت پہلے حصے میں ہے اور امت کے پچھلے حصے کو ایسے مصائب اور فتنوں سے دوچار ہونا پڑے گا جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوں گے، ایک فتنہ آئے گا پس مومن یہ سمجھے گا کہ یہ مجھے ہلاک کر دے گا، پھر وہ جاتا رہے گا اور دوسرا، تیسرا فتنہ آتا رہے گا اور مومن کو ہر فتنہ سے یہی خطرہ ہوگا کہ وہ اسے تباہ و برباد کر دے گا، پس جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے دوزخ سے نجات ملے اور وہ جنت میں داخل ہو، اس کی موت اس حالت میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو......'' (صحیح مسلم: ۲/۱۲۶)

یعنی اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بعد میں آنے والے تمام فتنوں کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا ہے، تاکہ یہ امت مرحومہ قیامت تک آنے والے ہر فتنہ سے بچ کر اپنی متاع ایمان صحیح سلامت لے جا سکے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے تمام فتنوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ چنانچہ

آنحضرت ﷺ نے جن جن فتنوں کی نشاندہی فرمائی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے چند ایک کے خدوخال یہاں نقل کر دیئے جائیں:

❶ "عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا ابائکم، فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم."

(صحیح مسلم: ۱/۱۰)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے مکار لوگ ہوں گے، جو تمہارے سامنے (اسلام کے نام سے نئے نئے نظریات) اور نئی نئی باتیں پیش کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچنا! کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔"

❷ "عن العباس بن المطلب رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یظهر هذا الدین حتی یجاوز البحار وحتی یخاض الخیل فی سبیل اللّٰه ثم یاتی اقوام یقرؤن القرآن فاذا قرؤوه قالوا قد قرأنا القرآن فمن اقرء منا؟ من اعلم منا؟ ثم التفت الی اصحابه فقال هل ترون فی اولئك من خیر؟ قالوا لا، قال اولئك منکم اولئك من هذه الامة واولئك وقود النار."

(کتاب الرقائق ابن مبارك: ص ۱۵۲)

ترجمہ: "حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: یہ دین یہاں تک پھیلے گا کہ سمندر پار تک پہنچ جائے گا اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بحر و بر میں گھوڑے دوڑائے جائیں گے، اس کے بعد ایسے گروہ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھ لینے کے بعد کہیں گے: ''ہم نے یہ قرآن تو پڑھ لیا اب ہم سے بڑا قاری کون ہے؟ ہم سے بڑھ کر عالم کون ہے؟'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ ان میں ذرا بھی خیر ہوگی؟ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا مگر ایسے لوگ بھی تم مسلمانوں ہی میں شمار ہوں گے، ایسے لوگ بھی اس امت میں ہوں گے یہ لوگ (دوزخ کی) آگ کا ایندھن ہوں گے۔''

اسی طرح بعض فتنوں کی حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی نشاندہی فرمائی ہے:

❸ ''عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال علیکم بالعلم قبل ان یقبض وقبضہ ان یذھب باصحابہ، علیکم بالعلم فان احدکم لا یدری متی یفتقر الی ما عندہ، انکم ستجدون اقواما یزعمون انھم یدعونکم الی کتاب اللّٰہ وقد نبذوہ وراء ظھورھم فعلیکم بالعلم، وایاکم التبدع، وایاکم والتعمق، وعلیکم بالعتیق.'' (سنن دارمی: ۵۰/۱)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ: علم اٹھ جانے سے پہلے پہلے علم حاصل کرلو، علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ اہل علم رخصت ہو جائیں گے، خوب مضبوطی سے علم حاصل کرو، تمہیں کیا خبر کہ کب اس کی ضرورت پیش آئے اور علم سے فائدہ اٹھانا پڑے؟ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جن کا دعوی یہ ہوگا کہ وہ تمہیں قرآنی دعوت دیتے ہیں حالانکہ

کتاب اللہ کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہوگا، اس لئے علم پر مضبوطی سے قائم رہو، نئی اُپج، بے سود کی موشگافی اور لایعنی غور وخوض سے بچو (سلف صالحین کے) پرانے راستہ پر قائم رہو۔''

❷ ''عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال لا یاتی علیکم عام الا وهو شر من الذی قبله اما انی لست اعنی عاما اخصب من عام ولا امیرا خیرا من امیر ولکن علمائکم وخیارکم وفقهاء کم یذهبون ثم لا تجدون منهم خلفاء وتجی قوم یقیسون الامر برائیهم.''

(دارمی: ۱/۵۸)

تَرجَمۃ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ: تم پر ہر آئندہ سال پہلے سے برا آئے گا، میری مراد یہ نہیں ہے کہ پہلا سال دوسرے سال سے غلہ کی فراوانی میں اچھا ہوگا یا ایک امیر دوسرے امیر سے بہتر ہوگا، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ تمام علماء، صالحین اور فقیہہ ایک ایک کر کے اٹھتے جائیں گے اور تم ان کا بدل نہیں پاؤ گے اور (قحط الرجال کے اس زمانہ میں) بعض ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دینی مسائل کو محض اپنی ذاتی قیاس آرائی سے حل کریں گے۔''

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ:

''قال: سیاتی ناس یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللّٰه.''

(دارمی: ۱/۴۷)

تَرجَمۃ: ''عنقریب کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن (کی غلط تعبیر) سے (دین میں) شبہات پیدا کر کے تم سے جھگڑا کریں گے۔ انہیں سنن سے

پکڑو۔ کیونکہ سنت سے واقف حضرات کتاب اللہ (کے صحیح مفہوم) کو خوب جانتے ہیں۔"

قرب قیامت میں دین میں جدت طرازی اور نئی نئی باتیں داخل کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اور جماعت بنانے والے لوگ یہ سب کچھ دینی غرض اور جذبے سے نہیں کریں گے، بلکہ ان کا مقصد شہرت طلبی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"تمہارے بعد بہت سے فتنے پیدا ہوں گے، اس زمانہ میں مال بہت ہوگا اور قرآن (ہر ایک کے لئے) کھلا ہوا ہوگا، جس سے مومن بھی دلیل پکڑے گا اور منافق بھی، مرد بھی دلیل پکڑے گا اور عورت بھی، بڑا بھی اور چھوٹا بھی، غلام بھی اور آزاد بھی، بعید نہیں کہ کوئی کہنے والا یہ کہے! کہ کیا بات ہے کہ میں نے قرآن پڑھ لیا پھر بھی لوگ میری پیروی نہیں کرتے؟ لوگ میری پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ میں ان کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہ کروں! پھر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس دین میں جدت طرازی سے بچتے رہنا! کیونکہ ایسی جدت (نئی بات) گمراہی ہے۔"

(ابوداود: ص ۶۳۳)

بلاشبہ ہمارا دور، وہ دور ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نشاندہی فرمائی ہے۔ یوں تو اس دور میں ہر طرف فتنے ہی فتنے نظر آتے ہیں اور ہر فتنہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے اور پوری دنیا کے مسلمان ان فتنوں کی لپیٹ میں ہیں، مگر ہند و پاک بطور خاص ان فتنوں کی آماجگاہ ہے۔

آج سے ایک سو سال قبل مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کر کے امت کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالا، اس سے ابھی مسلمان نکلنے نہ پائے تھے کہ غلام احمد پرویز نے انکار حدیث کا زہر اگلنا شروع کر دیا...... مسلمان اس فتنہ کی زہرناکی سے ابھی پورے

طور پر محفوظ نہ ہوئے تھے کہ لامذہبیت نے اپنے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے، اس کی ابھی سرکوبی نہ ہوئی تھی کہ ایک نام نہاد اسلام پسند نے اسلاف بیزاری اور طعن صحابہ کا بازار گرم کر دیا۔ مسلمان ابھی اس کشمکش میں تھے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے تحقیقات اسلامی کے عنوان سے حکومت کی سرپرستی میں مسلمانوں کو دین بیزاری کی چکی میں پیسنا شروع کر دیا۔ اکابر علماء امت نے اس کا تعاقب شروع کیا ہی تھا کہ دوسری جانب سے چھوٹے بڑے دوسرے نام نہاد اسکالر رجوع الی القرآن کی خود ساختہ تحریک کا سہارا لے کر میدان میں کود گئے، اس طرح بیک وقت علماء امت نے جو کھی لڑائی لڑ کر امت کے دین وایمان کا تحفظ کیا۔

یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہمارے ملک کو صالح قیادت میسر نہیں آئی، بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو انگریز اور اس کی باقیات ہم پر ہمیشہ مسلط رہی ہے جن کا شروع سے یہ فلسفہ رہا ہے کہ مسلمانوں کو دینی اور مسلکی اختلافات اور عقائد کی جنگ میں مصروف رکھ کر اپنے اقتدار کو طول دیا جائے، چنانچہ درپردہ بے دینی کی تمام تحریکات کو دین بیزار حکمرانوں کی شہ، بلکہ سرپرستی حاصل رہی ہے، ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلم حکمرانوں اور خلافت اسلامیہ کے دور میں، جس کسی نے بھی قرآن وسنت اور مسلمات امت کے خلاف زبان طعن کھولنے کی کوشش کی، اسے ایسی عبرت ناک سزا دی کہ نہ صرف اس کا دماغ درست ہو گیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کا سدباب ہو گیا۔ چنانچہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص کے دماغ میں اس قسم کا سودا سوار ہوا وہ لوگوں سے الٹے سیدھے سوالات کر کے ان کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے لگا، جب اس کی شرارتوں کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ہوئی تو اسے گرفتار کیا گیا، یہ یقین کر لینے کے بعد کہ نہ وہ پاگل ہے اور نہ اس نے شراب کا نشہ کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور فرمایا روزانہ اس کی فہمائش کی جائے اور دس درے لگائے جائیں۔ چند دن ہی

گزرے تھے کہ وہ صاحب جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے پیش کئے گئے تو کہنے لگے اگر ویسے مجھے قتل کرنا ہے تو آپ کی مرضی مگر بحمد اللہ میرا دماغ درست ہو گیا ہے اور میں آئندہ کے لئے اس سے توبہ کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ آپ مجھے ایسی حرکت کا مرتکب نہیں پائیں گے۔ تب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے چھوڑ دیا۔

غرض یہ کہ اگر حکومت وقت دین دار ہو اور اس کا تدارک کرنا چاہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسے بددین پنپ سکیں یا وہ اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کا اظہار کر کے امت کو گمراہ کر سکیں۔

دین اسلام چونکہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا لایا ہوا دین ہے، اس لئے جس طرح آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نبوت قیامت تک باقی رہے گی اسی طرح یہ دین بھی قیامت تک باقی رہے گا، مگر دین دشمن افراد اور قوتوں کی روز اول سے یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح اس کے تابناک چہرے کو مسخ کر کے اس کی شکل بگاڑ دی جائے اور مسلمان بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین و مذہب سے ناآشنا ہو جائیں، انہیں صحیح اور غلط کی تمیز نہ رہے، اس لئے ان کا پروگرام تھا کہ اس آفاقی دین میں بھی من مانی تحریفات کر کے مسلمانوں کو اس سے برگشتہ کر دیا جائے۔ ابتداء میں اگرچہ یہ نامسعود کوششیں یہود و نصاریٰ کرتے رہے، مگر انہوں نے جب اس میدان میں ناکامی کا منہ دیکھا تو اپنے زرخرید غلاموں کو اس مشن پر لگا دیا۔ چنانچہ اسلام کا نام لینے والے ان اسلام دشمنوں نے اسلامی ریسرچ و تحقیق کے عنوان سے اس شجرہ طیبہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی، اور نت نئے انداز سے اس پر تابڑتوڑ حملے شروع کر دیئے، اور جہالت جدیدہ کے ان علم برداروں نے اسلام کے خوشنما چہرے کو بدنما شکل میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش شروع کر دی، صرف یہی نہیں بلکہ اسلام کے قطعی اور منصوص اصول اور قوانین پر بالفعل کتربیونت کی مشق ناز شروع کر دی۔ چنانچہ اس میدان میں کہیں غیر مقلدیت

میدان میں آئی تو کہیں بریلویت نے سر اٹھایا کہیں فتنہ مودودیت پیدا ہوا تو کہیں فتنہ انکار حدیث نے جنم لیا، کہیں دین دار انجمن نے اسلام کا لبادہ اوڑھا تو کہیں فتنہ گوہر شاہی نے مہدی و مسیح ہونے کا بگل بجایا۔ کہیں رافضیت نے پر پرزے نکالے تو کہیں آغا خانیت نے ردائے باطنیت کو چاک کر دیا، کہیں مہدویوں نے اپنے وجود کا احساس دلایا تو کہیں ذکریوں نے اپنے کفر کو اسلام باور کرانا شروع کر دیا، کہیں محمد شیخ نے غلام احمد کے بروز کا روپ دھارا تو کہیں اس کے شاگرد بابر چوہدری نے غلام احمد پرویز کی جانشینی کا علم بلند کرنا شروع کر دیا۔ کہیں ڈاکٹر مسعود عثمانی نے توحید کے نام پر سماع موتی، حیات انبیا اور عذاب قبر کا انکار کیا، تو کہیں نام نہاد جماعت المسلمین نے تکفیر امت کا ٹھیکہ سنبھال لیا۔ کہیں خارجیوں نے صحابہ دشمنی کا راگ الاپنا شروع کیا، تو کہیں بہائیوں نے بہاء اللہ ایرانی کی نبوت کی تبلیغ شروع کر دی، کہیں ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے ملحد نے اسلام کو جہالت جدیدہ کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تو کہیں عمر احمد عثمانی نے احادیث رسول پر اپنا ناپاک تیشہ چلایا، تو کہیں ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلاف امت سے الگ راہ لی تو کہیں جاوید احمد غامدی جیسے ملحدوں نے رجم کی احادیث اور سزائے ارتداد کا انکار کر کے امت سے اعتزال کی راہ اختیار کی، کہیں امین احسن اصلاحی نے تدبر قرآن کے عنوان سے رجم کی احادیث صحیحہ کا انکار کیا، تو کہیں وحید الدین خان نے مسلمات دین سے انحراف کرتے ہوئے دین کے نام پر بے دینی کو رواج دیا۔ کہیں سرسید نے معجزات و ملائکہ اور جنت و جہنم کا انکار کیا تو کہیں غلام احمد پرویز نے ذخیرہ احادیث پر ہاتھ صاف کیا، کہیں عبداللہ چکڑالوی نے تو کہیں اسلم جیراجپوری نے انکارِ حدیث کے عنوان سے عمارت دین کو منہدم کرنے کی ناپاک کوشش کی، الغرض گزشتہ سو سال سے ہندو پاک میں اسلام کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور مختلف اوقات میں مختلف ناموں اور خوشنما عنوانات سے دین و مذہب کی بیخ کنی کی ناپاک کوششیں کی جاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علمائے حق علمائے دیوبند کو، جنہوں نے ہمیشہ اس

طوفان بلاخیز کے سامنے نہ صرف بند باندھنے کی کوشش کی بلکہ انہوں نے دین دشمنی کی ان آندھیوں کا رخ موڑ کر امت مسلمہ کی بروقت دستگیری کی۔ ان تمام فتنہ پروروں کے عزائم اور منصوبے خاک میں ملائے، تقریر وتحریر کا میدان ہو یا مناظرہ ومباہلے کا۔ ہر میدان میں ان کا تعاقب کیا اور نہیں ہر اسٹیج پر لاجواب کیا۔ چنانچہ غلام احمد قادیانی سے لے کر دور حاضر کے وحیدالدین اور احمد شیخ تک کوئی ایسا فتنہ یا فتنہ پرور نہیں، جس کے خلاف ہمارے اکابر میدان میں نہ آئے ہوں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اکابرین دیوبند جہاں بھی گئے انہوں نے فتح وکامرانی کے جھنڈے لہرائے اور ہمیشہ کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

دورِ حاضر کے فتنوں میں سے کون سا ایسا فتنہ ہے جس کے خلاف ہمارے اکابر نے تصنیفی ذخیرہ نہیں چھوڑا، اور کون سا ایسا میدان ہے جس میں انہوں نے امت کی راہ نمائی نہ کی ہو؟ چنانچہ قادیانیت رافضیت، خارجیت، آغا خانیت، پرویزیت، چکڑالویت، غیر مقلدیت، بریلویت، مہدویت، بہائیت، مودودیت کے علاوہ ذکری، ڈاکٹر عثمانی، گوہر شاہی، وحیدالدین، امین احسن اصلاحی، احمد شیخ اور جماعت المسلمین میں سے ہر ایک فتنہ کے خلاف بحمد اللہ متعدد ضخیم کتب موجود ہیں چنانچہ دور حاضر کے اکابرین میں سے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ کی تصانیف ہی ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لئے بہترین ہتھیار کا کام دے سکتی ہیں۔ جبکہ اسلاف اکابر کی تحقیقات اس کے علاوہ ہیں۔ دور حاضر کے فتنوں کے خلاف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے قلمی جہاد اور دور حاضر کے تجدد پسندوں کے خلاف ان کی جدوجہد کی سرگزشت کا کچھ ہلکا سا اندازہ آپ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی تصنیف ''دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار'' اور راقم الحروف کے مضمون ''فرق باطلہ کے خلاف قلمی جہاد'' سے لگایا جاسکتا ہے۔

''پرانے شکاری نیا جال'' کے مصداق استاذ مغرب نے اب ایک نئے انداز سے امت مسلمہ کو جادہ مستقیمہ سے ہٹانے کی چال چلی ہے۔ ہندوستان کی سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ یہاں تجدد پسندی کی ہر تحریک کا بانی اور موجود کوئی نہ کوئی مرد رہا ہے۔ مگر دانش گاہ افرنگ نے اپنے سو سالہ تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محسوس کیا کہ مردوں کی ناکامی کے بعد اس بار کسی صنف نازک کو اس کام کے لئے استعمال کیا جائے، چنانچہ قرآن فہمی کے عنوان اور ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' کے خوبصورت نام سے تحریف قرآن کی جو تحریک برپا کی گئی ہے، چشم بددور، اس کی بانی مبانی اور روح رواں ایک خاتون ہے، اور خیر سے اس نے انگلینڈ سے سند فراغ حاصل کی ہے، اور اپنے مستشرق اساتذہ کے فلسفہ استشراق کو اسلام کے نام پر پاکستان میں پروان چڑھانے اور پھیلانے کے لئے رات دن کوشاں ہیں، اگرچہ اس نے ابھی تک اپنے افکار و نظریات کو ردائے تقیہ میں لپیٹ رکھا ہے مگر جو کچھ ان کی تقاریر و بیانات کی کیسٹوں یا ان کے سامعین کی زبانی معلوم ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طوفان بلاخیز کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ ہمارے خیال میں ان کی زبان و بیان سے نادانستہ، بے ساختہ یا بے خیالی میں جو کچھ صادر ہوا ہے اس کی سنگینی کسی قیامت خیز دھماکہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس لئے اس کے عقائد و نظریات کے بارے میں جب علمائے کرام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے اس کے دستیاب عقائد و نظریات اور احساسات و خیالات کی روشنی میں امت کی راہ نمائی کی۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک دستاویز کے تعارف میں راقم الحروف نے موصوفہ کے بارے میں بینات ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ میں جو کچھ لکھا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں بعینہٖ نقل کر دیا جائے اور وہ یہ ہے:

''گزشتہ ایک ڈیڑھ سال سے انگلینڈ سے درآمد شدہ ایک خاتون جو اپنے آپ کو عقل کل جانتی ہے، اس نے ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' کے نام سے عورتوں میں دین کے نام پر بے دینی اور تفسیر کے نام پر تحریف کا بازار گرم کر رکھا

ہے، اس کی کھلے عام کیسٹیں فروخت ہو رہی ہیں، اور لوگ ہیں کہ ان نسوانی آواز پر مرے جا رہے ہیں، چنانچہ مردوں نے تفریح طبع کے لئے ان کیسٹوں کو اپنی اپنی گاڑیوں میں لگا کر سننا شروع کر دیا ہے، اور ان کیسٹوں میں بیان کردہ خودساختہ مسائل کی روشنی میں ذہنی خلفشار کا شکار ہو رہے ہیں، کیونکہ مسلمانوں نے چودہ صدیوں سے یہی سنا تھا کہ: حالت حیض میں قرآن پڑھنا منع ہے، اور ناپاکی کی صورت میں اسے ہاتھ لگانا جائز ہے نماز فوت ہو جائے تو بعد میں قضا پڑھنا لازم ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور حضور ﷺ نے لیلۃ التعریس میں رہ جانے والی نماز بعد میں باجماعت قضا کی تھی، اسی طرح ان کو معلوم تھا کہ غیر محرم اور اجنبی خواتین سے بالمشافہ ملاقات کرنا اور ان کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے، کچھ پوچھنا بھی ہو تو ﴿فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ (الاحزاب: ۵۳) (پس پوچھو ان سے پردہ کے پیچھے) بلکہ اگر کبھی کوئی خاتون باہر نکلے اور کسی مرد سے اس کا سامنا ہو جائے تو مسلمان مرد اور عورت کو چاہئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (النور: ۳۱، ۳۲) (آپ فرما دیجئے مومن مردوں سے کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔ اور فرما دیجئے مومن عورتوں سے کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں)۔

ان کو معلوم تھا کہ کسی مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا جائے تو اسے نفع ہوتا ہے اور ان تک پہنچتا ہے کہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ کے لئے کھودے گئے کنویں پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''ھذا لام سعدا.'' (یہ سعد کی والدہ کے لئے ہے)۔ انہیں معلوم تھا کہ عورت و مرد

کے جس طرح اور دوسرے احکام مختلف ہیں، ایسے ہی نماز کا طریقہ بھی قدرے مختلف ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ مرد تکبیر تحریمہ میں کانوں تک اور عورتیں سینہ برابر ہاتھ اٹھائیں، انہوں نے اب تک سنا تھا کہ عورتوں کا مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اور عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے اپنی نگاہوں پر اچک لیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ کو آج کی عورتوں کے حالات معلوم ہوتے تو مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے، اسی طرح مسلمانوں نے آج تک یہی سنا تھا کہ عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:
"لا تسافر امراة مسيرة يوم وليلة الا معها ذو محرم" (نہ سفر کرے کوئی عورت ایک دن اور رات کا مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہونا چاہئے) مگر اس جدت پسند اور آزاد خیال، نام نہاد مفسرہ نے ان تمام مسائل کا انکار کرتے ہوئے باور کرایا کہ ان کے خیال میں سب کی اجازت ہے، چنانچہ اس کے ہاں حالت حیض میں قرآن پڑھنا جائز ہے، ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ لگانا جائز ہے، نماز کی قضا نہیں، چہرے کا پردہ نہیں، عورت اور مرد کا بلا حجاب میل جول جائز ہے، ایصال ثواب کا کوئی وجود نہیں، مرد اور عورت کی نماز ایک طرح ہے، عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھا کریں اور خواتین بغیر محرم کے جہاں چاہیں آئیں جائیں، ان پر کوئی پابندی نہیں، بلکہ حد تو یہ ہے کہ چشم بددور عورت مردوں کی امامت بھی کرا سکتی ہے، ماشاء اللہ! کیا خوب نئی شریعت ایجاد فرمائی، اور نوجوانوں کی تفریح طبع کے لئے کیا خوب سامان مہیا فرمائے، اسی طرح اس کی کیسٹیں سن کر ایک نوجوان نے پوچھا کہ عورت کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟ میں نے

کہا کہ شریعت میں تو جائز نہیں البتہ دور حاضر کی ایک مجتہدہ کے ہاں یہ جائز ہے، شاید اس لئے کہ اگر کسی جوان خاتون کو کسی جگہ امام مقرر کر لیا جائے تو ہمارے معاشرہ کا نوجوان طبقہ وہاں خوب ذوق وشوق سے لمبی لمبی نمازیں پڑھے گا، ممکن ہے یہ فتویٰ اور مسئلہ بھی اسی غرض سے گھڑا گیا ہو کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس تحریک الحاد کی طرف متوجہ ہوں؟ اور خوبرو دوشیزہ کی اقتدا میں نہایت ذوق وشوق سے پانچ وقتہ نماز ادا کیا کریں؟

آج کا ہر دن نیا فتنہ لے کر طلوع ہوتا ہے، اور ہر فتنہ پہلے سے شدید اور مہلک تر ہوتا ہے، پیش نظر کتاب میں ایسے ہی ایک جدید فتنہ کا مدلل تعاقب کیا گیا ہے، جس کی بانی مبانی بھی خیر سے ایک خاتون ہی ہیں اور وہ بڑھیا کے باز کی طرح اسلام کا سب کچھ کاٹ کرامت مسلمہ کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔''

جب تفسیر کے نام پر تحریف قرآن کا یہ سلسلہ بڑھا تو بہت سے مسلمان گھرانے براہ راست اس سے متاثر ہوئے، جب بے دینی کی یہ آگ ہر گھر کی دہلیز پر پہنچی اور اخبارات و میڈیا نے اسے اچھالا تو دین داروں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی، مسلمانوں کے اس اضطراب کو دیکھتے ہوئے ہمارے مخدوم زادے صاحبزادے عزیز مولوی محمد طلحہ رحمانی خلف رشد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن قدس سرہ نے اس کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے براہ راست اس موصوفہ سے رابطہ کیا، مگر وہاں سے کوئی جواب نہ ملا، البتہ موصوف کی جستجو اور مختلف جگہوں پر رابطہ کرنے سے موصوفہ کی فکر و سوچ سے منحرف کئی مرد و خواتین کا پتہ مل گیا، جن سے رابطہ کر کے عزیز موصوف نے معلومات اور عقائد و نظریات جمع کئے اور ایک نوجوان عالم مولانا مطیع الرحمٰن صاحب متخصص جامعہ علوم اسلامیہ کو اس کام پر لگا دیا، جنہوں نے نہایت عرق ریزی سے اس کے عقائد و نظریات کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا اور اس کے پیدا کردہ شبہات اور مغالطوں کا

خوبصورت انداز میں جواب لکھا، جسے ہمارے مخدوم مکرم اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے علمی جانشین حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ دامت برکاتہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے نائب رئیس دارالافتاء مفتی عبدالمجید دین پوری مدظلہ العالی نے اس کا بیشتر حصہ پڑھا، اس کی اصلاح کی اور اس پر پیش لفظ لکھا اور حکم دیا کہ اسے فوراً شائع کر کے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کے تحفظ کا سامان کیا جائے۔

برادرِ عزیز صاحبزادہ مولوی محمد طلحہ رحمانی سلمہ کا یہ ذوق، شوق اور دفاعِ اسلام کا جذبہ دراصل اس خاندانی غیرت اور ملی حمیت کا ثمرہ ہے جس کے تحت ان کے نانا حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے دورِ حاضرت کے ملاحدہ کے خلاف میدان کارزار گرم کیا اور ماہنامہ بینات جاری فرما کر ان کے خرمن الحاد پر قرآن و سنت کے دلائل کی بمباری کر کے اسے جلا کر خاکستر کر دیا، اسی طرح ان کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن قدس سرہ نے بھی اپنی مختصر حیات میں ہشت جہت دینی خدمت سے اکابر اسلاف کی یاد تازہ کر دی، چنانچہ صفر ۱۴۱۲ھ کے بینات میں راقم الحروف نے حضرت مرحوم کی خدمات و شخصیت پر جو کچھ لکھا تھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے:

> ”حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی شخصیت عوام و خواص اور حلقہ اہل علم میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن کمالات و خصوصیات سے نوازا تھا، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آدمی نہیں تھے۔ موصوف اپنی سادہ اور پروقار علمی شخصیت کے باوجود جس محفل میں ہوتے صدرِ مجلس ہوتے۔ ان کے دل میں مسلک حقہ مسلک علماء دیوبند کی نشر و اشاعت اور دین متین کی ترویج و اشاعت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں جس طرح حضرت بنوری قدس سرہ اور

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کی جانشینی اور نیابت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا تھا، اسی طرح وہ ان کے مسلک کے بھی داعی اور مناد تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ دورِ حاضر کے امام اور مجدد تھے۔ انہوں نے اپنی مختصر حیات مستعار میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے ہر میدان میں قائدانہ کردار ادا کیا، انہوں نے ایک طرف اگر جامعہ علوم اسلامیہ کو چند سالوں میں بام عروج پر پہنچا دیا تو دوسری طرف وفاق المدارس العربیہ کے نظام کو نہایت مضبوط و مربوط فرمایا، پاکستان بھر کے مدارس کے رات دن ایک ایک کر کے دورے کئے، ارباب مدارس کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ فرمایا اور علماء حقہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ ناموس صحابہ کے تحفظ کی خاطر سواد اعظم کی تحریک کو فعال بنایا اور مسلمانان پاکستان کو بیدار کیا۔ اسی طرح جب پاکستان میں شریعت بل کا مسئلہ درپیش ہوا تو ملک بھر کے علماء کی نمائندگی کی، اور لاکھوں کی تعداد میں خطوط لکھوا کر ارباب حکومت کو اس کی افادیت واہمیت کی طرف متوجہ کیا۔ غرض کوئی ایسا میدان نہیں تھا، جہاں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہ منوایا ہوا۔ انہوں نے ہر میدان میں چومکھی لڑائی لڑی، مگر مسلک پر آنچ نہیں آنے دی۔ انہوں نے مساجد و مدارس کے تحفظ کے لئے دورے کئے اور ایک ایک کارکن کی سرپرستی فرمائی، جہاں پر افرادی قوت کی ضرورت تھی وہاں افراد مہیا کئے، جہاں فنڈ کی ضرورت تھی وہاں فنڈ مہیا فرمایا۔ رجال کار تیار کئے اور مسلمانوں کی اخلاقی اور مالی مدد فرمائی، رسائل و جرائد جاری کئے، مدارس قائم فرمائے اور ان کی سرپرستی فرمائی۔ دوسری طرف تحریر و تقریر کے میدان میں بھی انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔“

بہر حال میں مبارک باد دیتا ہوں عزیز صاحبزادہ حافظ مولوی محمد طلحہ رحمانی طال عمرہ کو جنہوں نے اپنے نانا اور والد مرحوم کی روایات کو باقی رکھتے ہوئے اس اہم دینی ضرورت کی طرف توجہ دی اور مسلمانوں کے دین وایمان اور عقائد ونظریات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ایک نئے اٹھنے والے فتنے کی سرکوبی میں اپنی سی کوشش کی۔

پیشِ نظر کتاب میں ''الہدیٰ'' کی بانیہ کے عقائد ونظریات نقل کر کے قرآن وسنت کی نظر میں اس کا خوبصورت مگر آسان اور عام فہم انداز میں نہایت اختصار سے جائزہ لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے مرتب ناشر اور معاونین کی نجات اور ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے اور اس فتنہ سے متاثر خواتین وحضرات کی ہدایت وراہ نمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

خاکپائے حضرت لدھیانوی شہید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ

سعید احمد جلال پوری

مدیر ماہنامہ بینات کراچی

۱۴۲۳/۴/۲۲ھ
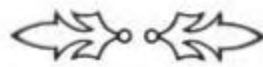
تمہید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

دین اسلام وشریعت مطہرہ ایک کامل ومکمل و جامع مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل نظام حیات ہے اور یہ دین پچھلے تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا اور چلنے والا ایک دستور ہے اور جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی محمد الرسول ﷺ کو قیامت تک کے لئے نبی بنا کر بھیجا اسی طرح جو شریعت ودین آپ ﷺ کو عطا فرمایا اس شریعت ودین کے اندر اس بات کی مکمل صلاحیت واستعداد رکھی کہ یہ دین ومذہب قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ اور راہنمائی کا کام دے سکے۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہونے والے علوم آپ ﷺ کی ذات مبارک آپ ﷺ کے اقوال وافعال وکردار واخلاق اور آپ ﷺ کی شریعت کو اتنا کامل بنایا گیا کہ خواہ عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ومعاشرت ہوں یا معیشت رہن سہن اخلاق وکردار غرض احکام دین کی تمام ضروریات کی اتنی تکمیل کی گئی کہ قیامت تک رونما ہونے والے ہر قوم وقبیلہ اور ملک وسلطنت سے متعلق ہر مسئلہ کا حل اسی شریعت مطہرہ میں موجود ہے جو شریعت ودین نبوت کی ۲۳ سالہ زندگی کا علمی وعملی مجموعہ تھی اور جس کے متعلق ارشاد باری ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾(الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: ”درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

بایں وجہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے یہ اعلان کر کے امت محمدیہ کو خوشخبری

سنائی:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: ''کہ آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔''

یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت تقریباً قرآن کی آخری آیت ہے اس آیت کے بعد احکام سے متعلق کوئی دوسری آیت نازل نہیں ہوئی صرف ترغیب وترہیب کی چند آیتیں نازل ہوئیں۔

اکمالِ دین کا مطلب

مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آج دین حق کے تمام حدود وفرائض واحکام وآداب مکمل کر دیئے گئے ہیں۔ اب اس میں کسی قسم کے اضافہ اور زیادتی کی ضرورت باقی نہ رہی اور نہ ہی کمی کا کوئی احتمال (از روح المعانی) یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد احکام میں سے کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا تو اکمال دین کا مطلب یہ ہے کہ دین کے تمام احکامات کو مکمل کر دیا گیا اب اس میں نہ کسی زیادتی کی ضرورت باقی ہے نہ منسوخ ہو کر کمی کا احتمال کیونکہ اس کے متصل بعد ہی سلسلہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منقطع ہونے والا تھا اور بغیر وحی الٰہی کے قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔

اب جب کہ قرآن مجید آخری کتاب اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، ان تمام امور کے باوجود مذہب اسلام کا دعویٰ ہے کہ اسلام کا پیش کیا ہوا نظام حیات سب سے آخری ابدی اور مکمل دستور ہے اور قیامت تک چلنے والا ایک کامل ومکمل مذہب اور ایسا کامل ومکمل دین جس میں اب کسی چیز کی زیادتی وکمی کا کوئی احتمال نہیں اور اس کے ساتھ اللہ رب العزت نے یہ اعلان بھی

کیا ہے۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ (الحجر: ۹)

ترجمہ: ’’بے شک اس قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

تو اب غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن میں کل احکامات تقریباً ۵۰۰، اور حدیث میں کل تین ہزار ۳۰۰۰ر احکامات ہیں اور شریعت قیامت تک چلنے والی ہے اب ظاہر ہے کہ قیامت تک صرف وہ احکامات وحالات نہیں رہیں گے جو حضور ﷺ کے زمانے میں تھے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے مختلف اقسام کے مسائل ظاہر ہوتے رہیں گے جن کا صراحۃً کوئی حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو گویا اس لحاظ سے دین اسلام کے کامل ومکمل ہونے کا دعوی تو صحیح نہیں۔

لیکن مندجہ ذیل چند حقائق کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ یہ صرف اسلام کا دعوی ہی نہیں بلکہ یہ ایک اٹل ثبوت ہے اور نا قابل انکار حقیقت ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج چودہ سو سال تک ایک طویل تاریخ اس دعوی کی تصدیق کرتی چلی آرہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید وتعلیمات نبویہ ایک مکمل مذہب اور ہر خاص و عام آدمی کے لئے سرچشمہ ہدایت اور مشعل راہ ہیں کہ ہر ملک ہر خطہ ہر قوم، ہر زبان اور ہر زمانے کے ہر آدمی کے لئے اس میں ہدایت کا سامان موجود ہے اور یہ قرآن ہر کسی کی فلاح و بہبود کا مکمل ضامن ہے۔

اصل مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

اور اس بات سے بھی کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ دین اسلام کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی

اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور ﷺ چونکہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور حضور ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی وضاحت فرمائی ہے اور اللہ نے اپنے قرآن مجید میں جہاں اپنی اطاعت کا حکم فرمایا ہے وہیں اپنے رسول کی اطاعت کا بھی حکم فرمایا ہے اس لئے اللہ کے رسول کی اطاعت کی جاتی ہے کہ وہ شارح احکام قرآن ہے اوران کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور جو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے بجائے کسی اور کی اطاعت کا قائل ہو اوراس کو مستقل بالذات، مطاع سمجھتا ہو۔ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کو رہبر اور رہنما بناتے ہوئے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔

قرآنی احکامات کی تفصیل

اب شریعت مطہرہ کے بعض احکامات تو ایسے ہیں جنہیں ہر پڑھا لکھا معمولی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے، ان میں کوئی اجمال، ابہام یا تعارض نہیں، بلکہ جو شخص بھی انہیں پڑھے گا وہ کسی الجھن وپریشانی کے بغیر ان کا مطلب سمجھ لے گا۔ مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُم بَعْضًا ﴾ (سورۃ الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے۔''

اب جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ اس ارشاد کے معنی سمجھ جائے گا اور چونکہ اس میں نہ کوئی ابہام ہے اور نہ کوئی دوسری دلیل شرعی اس سے ٹکراتی ہے اس لئے اس کے سمجھنے میں کوئی پریشانی ومشکل نہیں۔

اور بہت سے احکامات ایسے ہیں جن میں کوئی اجمال یا ابہام پایا جاتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن ہی کی دوسری آیت یا آنحضرت ﷺ کی دوسری حدیث سے بظاہر متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ اوران کے علاوہ بہت سے احکام ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں صراحۃً قرآن وحدیث میں کوئی حکم ونص موجود نہیں جن کو آپ ہر دور

کے اعتبار سے جدید مسائل کا نام دے سکتے ہیں کہ ان کے متعلق کوئی حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں۔ لیکن چونکہ اسلام کا دعوی ہے کہ وہ ایک کامل ومکمل مذہب ہے اس لئے قیامت تک آنے والے تمام مسائل کے لئے ضابطے واصول قرآن وحدیث میں بیان کردیئے گئے اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جس کا حل اصول کی شکل میں یا فرع کی شکل میں قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو۔

ہر قسم کا حکم

ان تین اقسام میں سے پہلی قسم کہ احکام بالکل واضح ہوں اوران میں کسی قسم کا کوئی ابہام وتعارض واختلاف نہ ہوان احکامات کو ہر خاص وعام آدمی بھی قرآن وسنت سے براہ راست سمجھ سکتا ہے اس میں کسی کی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا سمجھنا سمجھانا آسان ہے اور وہ احکامات بالکل واضح ہیں جیسے: پانچ نمازوں کا فرض ہونا، روزہ، زکوۃ وغیرہ کا فرض ہونا۔

البتہ جو دوسری دوقسمیں ہیں ان میں باہمی تعارض وابہام کو دور کرنا، غیر منصوص مسائل میں قرآن وحدیث سے احکام مستنبط کرنا اس میں بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

قرآنی احکامات سمجھنے کی صورتیں

اب قرآنی احکامات سمجھنے کی دوصورتیں ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ ہر کس وناکس آدمی اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے قرآن وحدیث جو کہ اسرار ورموز کا خزینہ ہے اور معارف الٰہی کا دفینہ ہے، کو سمجھنے کی اوراس کے ابہامات وتعارضات کو دور کرنے کی ازخود کوشش کرے اور خود ہی قرآن سے احکامات مستنبط کر کے کوئی فیصلہ کر لے اور ہر آدمی اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے اسی کو حق سمجھتے ہوئے اس کے مطابق عمل کرنا شروع کر دے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات و مسائل میں از خود فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھے کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف صحابہ تابعین، تبع تابعین نے، جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے میں یا آپ کے قریب ترین زمانے میں تھے جن کے متعلق تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی لسان نبوت سے یہ فیصلہ سنایا:

''خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.''

تَرجَمۃ: ''کہ سب سے بہترین زمانہ میرا ہے پھر وہ جو ان کے نزدیک ہوں پھر وہ جو ان کے نزدیک ہوں۔''

اور جو علوم قرآن وحدیث کے ہم سے زیادہ ماہر فہم و بصیرت میں اعلیٰ، تقویٰ و طہارت میں فائق، حافظہ و ذکاوت میں ارفع، نبی وصحابہ کے صحبت یافتہ مشہود بالخیریۃ بلسان النبی تھے۔ انہوں نے کیا سمجھا ہے اس پر عمل کیا جائے اور ان کے فہم پر اعتماد کر کے ان کی بات بلا دلیل کے مان لی جائے یہ دو صورتیں ہیں۔

مثال

جس طرح ہم اپنے دنیوی معاملات میں ہر چیز کے ماہرین کے مشورہ کے محتاج اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں عدالت میں کوئی مقدمہ دائر ہو جائے تو وکیل کرتے ہیں مکان بنانا ہوتا ہے تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں اس سے حجت بازی نہیں کرتے تو دین جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیں دنیا میں بھیجا گیا اور جس پر دنیا و آخرت کی نجات و کامیابی کا دارومدار ہے اس میں بھی اگر انصاف اور حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو ہر آدمی یہی کہے گا کہ دین کے معاملہ میں بطریق اولیٰ عمدہ بات یہ ہے کہ ان مقدس ترین حضرات کی فہم و بصیرت پر اعتماد

کرتے ہوئے انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

پہلی صورت خاصی خطرناک اور انسان کو ہوائے نفس میں مبتلا کرنے والی ہے اور دوسری صورت بہت محتاط۔ کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علم وفہم، ذکاوت و حافظہ، دین و دیانت تقویٰ و پرہیزگاری کے اعتبار سے آج کے دور کے لوگوں کو قرونِ اولیٰ کے علماء سے کوئی نسبت نہیں پھر جس مبارک ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا تھا قرونِ اولیٰ کے علماء اس سے بھی قریب ہیں اور اس قرب کی بنا پر ان کے لئے قرآن و سنت کی مراد کو سمجھنا زیادہ آسان ہے اس کے برخلاف ہم عہد رسالت کے اتنے عرصے بعد پیدا ہوئے ہیں کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کا مکمل پس منظر اس کے نزول کا ماحول اس کے زمانہ کا طرز معاشرت اور طرز گفتگو کا ہو بہو اور بعینہ تصور بڑا مشکل ہے حالانکہ کسی کی بات کو سمجھنے کے لئے ان تمام باتوں کی پوری واقفیت ضروری ہے۔

تقلید کی حقیقت

اور اسی کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ تقلید کی حقیقت صرف یہی ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر عمل کر رہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کر رہا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے بذات خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جا رہی ہے یا اسے شارع (شریعت بنانے والے قانون ساز) کا درجہ دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن وسنت کی مقصود ہے۔ لیکن قرآن وسنت کو سمجھنے کے لئے بحیثیت شارح قانون ان کی بیان کی ہوئی تشریحات پر اعتماد کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کے قطعی و بدیہی احکام میں

کسی امام یا مجتہد کی تقلید ضروری نہیں کیونکہ وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا اصلی مقصد اس کے بغیر بھی بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسائل و احکام کے دریافت میں الجھن و پریشانی کے وقت ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اسلاف مجتہدین علماء کی عقل و فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی اتباع کرے دوسری صورت یہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین میں سے کسی پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنی فہم ناقص پر اعتماد کر کے از خود فیصلہ کر کے اس پر عمل کرے مگر اس وقت شریعت کی اتباع نہیں ہوگی بلکہ نفسانی خواہشات کی اتباع ہوگی۔

اور اسلاف مجتہدین کی اتباع اور علماء پر اعتماد یہ صرف عقل سلیم کے مطابق ہی نہیں بلکہ قرآن و مجید و احادیث نبوی و اقوال و افعال صحابہ، تابعین تبع تابعین (جن کی فضیلت و منقبت آج تک مسلم ہے) نے امت کو یہی سبق سکھلایا ہے اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اپنی عقل و دانش پر اعتماد کرنے کے بجائے علمائے سلف مجتہدین پر اعتماد کیا جائے اب جو شخص قرآن مجید کو اللہ کا کلام اور پیغمبر ﷺ کو اللہ کا رسول اور ان کی تعلیمات کو سچی تعلیمات مانتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیاء کے بعد سب سے افضل اور نبی ﷺ کے اصحاب مانتا ہے اور خیر القرون کی حدیث کے مطابق تابعین و تبع تابعین کو تمام امت میں بہتر مانتا ہے اس کو چاہئے کہ ایسی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اصحاب نے جو حکم دیا ہے اس کو اختیار کرتے ہوئے علمائے سلف کی تشریحات پر اعتماد کرے۔

البتہ جو شخص قرآن و حدیث کی تعلیمات پر اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تو گویا وہ قرآن و حدیث صحابہ وغیرہ کو ہی نہیں مانتا تو جب وہ شخص صحابہ تابعین تبع تابعین وغیرہ کو نہیں مانتا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تو ایسے شخص کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے؟ یہ ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے۔

اسناد فی الدین

دین ہم تک ایک سلسلہ کے ذریعہ پہنچا ہے اگر اس سلسلہ کو بیچ سے ہٹایا جائے تو ہم تک دین کے پہنچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دین اور قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ذریعہ حضور ﷺ تک پہنچایا حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے اس علم کو سن کر اس کو محفوظ کیا اور اس کو آگے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچایا۔ تابعین نے صحابہ سے حاصل کر کے اسے آگے تبع تابعین تک پہنچایا اور تبع تابعین نے اس دین کو آگے پہنچایا اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور آج ہم تک یہ علم اسی طرح نقل در نقل پہنچا ہے کہ پچھلے لوگوں نے اپنے پہلوں سے علم حاصل کیا اور اس کو آگے نقل کیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا اعلان کیا ہوا ہے بایں وجہ یہ علم محفوظ و معتمد و ماہرین کے ذریعہ سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ہر دور میں اس کو نقل کرنے والے تقویٰ طہارت میں فائق صفات واخلاق میں اعلیٰ اور خشیت الٰہی سے بھرپور غرض یہ کہ ہر قسم کی صفات حسنہ سے مزین اور ہر قسم کی اخلاق سیئہ سے مبرا قسم کے علماء فقہاء ہوتے رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے اسلاف کی فہم و سمجھ کے مطابق قرآن و حدیث کی تشریح کی اور ہر دور میں پیش آنے والے مسائل کا حل امت کے سامنے اس آسان انداز میں پیش کیا کہ آج عالم کفر بھی ان کے علم پر انگشت بدندان ہے۔

لہٰذا ہر دور میں قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے ہر انسان کو اپنے آپ کو اس سلسلے کے ساتھ جوڑنا ہوگا اور اپنی اسناد علماء وفقہاء کے اس سلسلے کی طرف کرنی ہوگی کہ دین کا علم وفہم اور دین کے مسائل کی وہی تشریح معتبر ہوگی جو فقہاء وعلماء کے اس سلسلے سے حاصل کی گئی ہو اور ان کی تشریحات کے مطابق ہو کہ صحابہ وتابعین نے اور ان سے حاصل کرنے والے افراد نے جس طریقے سے اس علم کو سمجھا ہے اور اس کی تشریح کی

ہے قیامت تک کوئی شخص نہ اس طرح سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھنے کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دعوی بھی کرے تو اس کا دعوی محض باطل و بے بنیاد ہوگا اور اس بات کے مترادف ہوگا کہ نعوذ باللہ اس کا علم وفہم صحابہ تابعین کے علم سے زیادہ ہے اور اس نے قرآن و حدیث کو صحابہ سے بہتر سمجھا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں، شخص کی گمراہی میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد

اور اگر دین کو سمجھنے کے لئے اس سلسلہ اور واسطوں کی ضرورت نہ ہو تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بے فائدہ ہوگی۔

قرآن کریم براہ راست اتار دیا جاتا اور دنیا والے اس سے خود استفادہ کر لیتے لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کے لئے اور قرآن کی تعلیم وتفہیم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمل میں آئی کہ رسول کے واسطے کے بغیر کتاب اللہ کو سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ خدا کا فرشتہ پہلے رسول کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے پھر رسول اس پر مامور ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو کتاب اللہ کی تعلیم دے کہ جہاں قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اور مقاصد ذکر کئے گئے ہیں وہاں ایک اہم مقصد:

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ ﴾ (آل عمران: ١٦٤)

ترجمہ: ”رسول ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔“

بھی ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ﴾ (النحل: ٤٤)

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ کی طرف کتاب کو اتارا تا کہ آپ لوگوں کے لئے بیان کردیں۔“

اس بنا پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح اور ان کے معانی

بیان کرنے کا فریضہ سر انجام دیا اور صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جیسے اجلۂ صحابہ کرام و ماہرین قرآن سے منتقل ہوکر یہ قرآن وعلوم نبوت ہم تک پہنچا تو فہم قرآن وعلم دین کے سمجھنے میں اس سلسلہ و واسطہ کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

چنانچہ مسلم شریف میں امام مسلم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس اسناد فی الدین کی اہمیت پر مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس پر کافی احادیث صحابہ کے آثار اور بزرگوں کے اقوال پیش کئے ہیں کہ دین کا اہم رکن جس پر آج صحیح دین کی بنیاد قائم ہے وہ اسناد ہے۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں:

''ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم.''

(مسلم شریف: ۱۱/۱)

تَرجَمہ: ''کہ یہ علم دین ہے لہٰذا تم دیکھو کہ کس شخص سے اپنے دین کو حاصل کر رہے ہو۔''

امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری و مسلم کے استاد عبداللہ بن مبارک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ سند دین میں سے ہے اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی جو کچھ چاہتا وہ کہتا۔ لہٰذا اسناد اور اپنا سلسلہ وہاں سے جوڑنا جہاں سے یہ علم چلا ہے یہ بہت ضروری اہم اور دین کا بہت بڑا حصہ ہے جس پر آج دین کی بنیادیں صحیح استوار پر قائم ہیں۔

علماء وفقہاء کے ساتھ اپنی نسبت وسند جوڑنا ضروری ہے

لہٰذا جب یہ سارے علوم قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں تو سب سے اول اپنی نسبت اور اپنا سلسلہ ان لوگوں کے ساتھ جوڑنا ہوگا جو قرآن وسنت کے ماہر تھے یعنی صحابہ و

تابعین کے واسطہ سے حضور ﷺ تک۔ کفار یہود ونصاری ہم تک دین کو پہنچانے والے نہیں اور نہ وہ اس واسطہ وسلسلہ میں شامل ہیں۔ جو علم وفہم اس سلسلہ کے ساتھ جڑ کر اس سلسلہ اور واسطہ کے ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی وتربیت میں رہ کر حاصل کیا گیا ہو وہ علم وفہم مقبول ومعتبر ہوگا اور جو شخص قرآن وسنت کی تشریح وتوضیح وفہم دین اس سلسلہ سے ہٹ کر از خود سمجھنے کی کوشش کرے گا صحابہ وتابعین سے اپنی نسبت کو جوڑنے کے بجائے دین اسلام کے دشمن کفار یہود ونصاری سے نسبت کو جوڑ کر ان سے قرآن وحدیث کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو ایسا شخص کفار یہود ونصاری کی نظریات ہی پھیلائے گا اور قرآن وحدیث کے ذریعہ ان ہی کی نظریات وافکار کو ثابت کرنے کی کوشش کر کے مسلمانوں کو اصل دین سے غافل کر کے دین کو اس انداز میں پیش کرے گا جو سراسر اسلام کے خلاف اور کفار کی مرضی کے عین مطابق ہوگا کہ بھلا کفار کو قرآن وحدیث سے کیا واسطہ؟ بس یہ ان کی شیطانی چال ہوتی ہے کہ مسلمان کی چونکہ دینی غیرت کو ختم کرنا مشکل کام ہے اس لئے مسلمان کے سامنے دین کو ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ وہ اس کو دین سمجھ کر کرے حالانکہ وہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ دنیا کی چیزوں میں اس کی مثال ظاہر ہے کہ انجینئرنگ کالج سے فارغ انجینئر بنتا ہے۔ میڈیکل کالج سے فارغ ڈاکٹر بنتا ہے اور لاء کالج سے فارغ وکیل بنتا ہے اور دینی مدارس سے فارغ عالم بنتا ہے اور یہود ونصاری کی یونیورسٹی سے فارغ انہی کی نظریات کا حامل اور کفر کے نظریات کا نشر واشاعت کرنے والا بن کر تیار ہوگا۔

اور جس طرح انجینئرنگ کالج سے فارغ کا ڈاکٹر بن کر نکلنا ناممکن ہے اس طرح کفر کی یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے کے اندر علم دین وقرآن کی مہارت اور دینی ذوق کا پیدا ہونا اور دل میں دین وقرآن کی خدمت کا جذبہ لے کر نکلنا ناممکن ہے۔

الہدیٰ انٹرنیشنل کی بانی ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی

یہی حال آج کے ہمارے دور کی خودساختہ مجتہدہ اور نام ونمود وشہرت کی خواہشمند گلاسکو یونیورسٹی کی تربیت یافتہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کا ہے کہ انہوں نے اپنی اسناد اور سلسلہ کو فقہاء وعلماء سے جوڑے بغیر کفار کی گلاسکو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور ان کے نظریات کو اپنایا۔ اور گمراہ لوگوں کی طرح قرآن وحدیث کو ازخود اپنی رائے سے سمجھنے کی کوشش کی اور خود رائی کی بناء پر جمہور امت سے اختلاف وانتشار کی راہ اپنائی اور قرآن وحدیث وعلم دین کے سمجھنے میں اسلاف صحابہ وتابعین کی تشریحات وتوضیحات و تفسیر پر اعتماد کرنے کے بجائے اوراس علم کو اس کے ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی حاصل کرنے کے بجائے قرآن وحدیث کے دشمن کفار سے حاصل کیا جس کے نتیجہ میں ان کے گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اور ''ضلوا واضلوا'' کی مصداق بنیں جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

''اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلو فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا.'' (مشکوۃ: ص ۳۳)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے اوران سے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر صاحبہ نے گلاسکو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے صرف یہی بات ان کے قرآن فہمی کی اسناد کے لئے کافی ہے اوراس سے ان کی علمی حقیقت اجاگر ہوجاتی ہے۔

کیونکہ غیر مسلم ممالک کی یونیورسٹی میں مشرکین نے اسلامی احکام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور دین میں تحریف کرنے اور مسلمانوں کو دین کے نام پر بے دینی

میں مبتلا کرنے کا سلسلہ عرصۂ دراز سے شروع کیا ہوا ہے اور اس قسم کے اکثر اداروں کے تحت تعلیم حاصل کرنے والوں کی ذہنی تربیت ہی اس انداز میں کی جاتی ہے کہ یہ اکثر و بیشتر گمراہی میں مبتلا ہوکر عالم اسلام میں فتنہ برپا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مکمل سعی وکوشش کرتے ہیں۔

اب تک موصوفہ کے جو نظریات سامنے آئے ہیں ان میں سے اکثر جمہور علماء کے عقائد کے خلاف اور انتہائی گمراہ کن ہیں اور بعض بہت زیادہ فتنہ انگیز اور سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس خطرناک فتنہ سے اپنے آپ کو بچائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا ایمان و دین خطرے میں پڑ جائے۔

محترمہ کے عقائد ونظریات کے کچھ نمونے ملاحظہ کریں

(۱) تقلید کو علی الاطلاق ناجائز قرار دینا

تقلید پر بحث گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے کہ دین پر عمل کرنے اور دین پر چلنے کے لئے تقلید کتنی ضروری واہم ہے کہ قرآن کی آیات، احادیث نبویہ و اقوال صحابہ و تابعین اس بات کے شاہد ہیں کہ تقلید کرنا ضروری واہم ہے اور چودہ سو سال کی تاریخ میں امت مسلمہ کی اکثریت ائمہ مجتہدین کی تقلید اس بناء پر کرتی آئی ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل قرآن وسنت سے ہی ماخوذ ہیں اگر علی الاطلاق اس کو ناجائز قرار دیا جائے تو یہ صراحۃً قرآن وحدیث کی تعلیمات سے انکار اور صحابہ وتابعین اور تمام امت مسلمہ کو گمراہ قرار دینے کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ آج تک جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین فقہائے عظام علمائے کرام تقلید کرتے چلے آئے وہ سب کے سب گمراہ ہیں حالانکہ یہ بات صراحۃً حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

لہٰذا یہ ایک ایسا غلط اور باطل نظریہ ہے جس سے ساری امت گمراہی کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور صرف موصوفہ ہی ہدایت یافتہ رہ جاتی ہیں موصوفہ کو اس نظریہ کا اعلان

کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہئے تھا کہ وہ اس نظریہ کا اعلان کر کے پچھلی ساری امت حتیٰ کہ صحابہ وتابعین کو بھی گمراہ قرار دے رہی ہوں۔

یقیناً صحابہ کرام اور بعد کی امت تو مجموعی طور پر گمراہ نہیں لامحالہ صاحب نظریہ خود ہی گمراہ ہوگی۔

۲ قرآن دانی اور اہلیت درس

واضح رہے کہ قرآن مجید مالک الملک پروردگار کا کلام اور اسرار ورموز کا خزینہ و دقائق کا دفینہ ہے، اس کو سمجھنا اور اس کے معانی ومفہوم کو بیان کرنا قرآنی آیات سے مسائل کا استنباط کرنا ہر آدمی کا کام نہیں بلکہ یہ انتہائی نازک ومشکل کام ہے اور اس کے لئے صرف اردو کی تفاسیر پڑھ کر اس کو سمجھنا کافی نہیں بلکہ اس کے متعلق تمام امور میں مہارت ضروری ہے قرآن پاک کی تفسیر وتشریح کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جائے کہ علماء نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم میں مہارت کو ضروری قرار دیا ہے کہ جس طرح دریا کے تہہ سے موتی نکالنے کے لئے پہلے اس کے تمام طریقوں کو اپنانا ہوتا ہے اور اس کے متعلق آلات کا استعمال ضروری ہوتا ہے ان طریقوں اور آلات کو اپنائے بغیر اور اس فن کو سیکھے بغیر اگر کوئی دریا میں غوط لگائے تو موتی نکالنے کے بجائے اپنی جان ہی ضائع کرے گا بالکل اسی طرح قرآنی علوم اور اس کی گہرائی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس فن کی مہارت اور اس کے طریقوں کو ماہر استاد کی زیر نگرانی وتربیت میں رہ کر حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ آدمی رفتہ رفتہ گمراہ نظریات سے ہوتے ہوتے اپنے ایمان سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

اسی لئے تفسیر قرآن کے لئے پندرہ علوم کی مہارت کو ضروری قرار دیا گیا ہے لغت، علم النحو، صرف، اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرات، علم عقائد، اصول فقہ، قصص واسباب نزول کا معلوم ہونا، ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا۔ علم فقہ سے واقف

ہونا فرائض وحساب کا جاننا۔ ان احادیث کا جاننا جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفاسیر میں واقع ہوئی ہوں اور اس کے متعلق صحابہ وغیرہ کے اقوال کا علم رکھنا ان سب کے بعد وہ علم جو حق سبحانہ کا عطیہ خاص ہے اور وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے۔

موصوفہ کو ان علوم کے نام بھی یاد ہوں تو بڑی بات ہے چہ جائیکہ ان علوم سے واقفیت اور ان میں مہارت، یہ بڑی دور کی بات ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

لہٰذا ان علوم میں مہارت حاصل کئے بغیر ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی و تربیت میں رہے بغیر صحابہ وتابعین کے طریقے سے ہٹ کر قرآن مجید جیسے کلام کو از خود سمجھنا اور اس کا درس دینا یہ قرآن کی خدمت نہیں بلکہ قرآن کریم میں تحریف وتبدیل کرنے کا ایک نیا طریقہ ہے جس کی تربیت ان کے یونیورسٹی کے اساتذہ کی طرف سے کی گئی ہے اور جس کی پیشن گوئی حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرما چکے ہیں:

"تمہارے بعد فتنوں کا زمانہ آنے والا ہے مال کی کثرت ہو جائے گی قرآن عام ہو جائے گا حتی کہ اس کو مومن اور کافر مرد اور عورت، بڑا اور چھوٹا، غلام اور آزاد سب پڑھنے لگیں گے (اور خود کو ماہر قرآن سمجھنے لگیں گے) ایک کہنے والا کہے گا کہ لوگ میری اتباع کیوں نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے یہ اس وقت تک میری اتباع نہیں کریں گے جب تک کہ میں کوئی نئی بات نہ گھڑوں (یعنی قرآن کی اپنی طرف سے تفسیر نہ کر دو) اس کے بعد حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس نت نئے گمراہ فتنوں سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے کوئی نئی بدعتوں سے بچاتے رہو کیونکہ جو بدعت نکالی جائے گی وہ گمراہی ہوگی۔"

لہٰذا جو شخص محض اپنے ذہن سے قرآن کے مطالب کی اختراع کرتا ہے اور من پسند تفسیر کرتا ہے وہ قرآن کی تحریف کے درپے ہے اور بدترین قسم کا گمراہ ہے اور فرمان نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا" کا صحیح مصداق ہے۔

اس لئے قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے احادیث اور آپ ﷺ کے صحبت یافتہ صحابہ اور ان کے فیض یافتہ تابعین وتبع تابعین وسلف صالحین کے اثار واقوال کو بالائے طاق رکھ کر اپنی سمجھ اور عقل سے قرآن کے صحیح مطالب ومراد تک رسائی ناممکن ہے اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے اپنی رائے اور عقل سے تفسیر کرنے کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ.''

(رواہ الترمذی، مشکوۃ: ص ۳۵)

تَرجَمہ: ''کہ جس نے علم حاصل کئے بغیر قرآن کا مطلب بیان کیا تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔''

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''قِیلَ یُخْشٰی عَلَیْہِ الْکُفْر'' کہ اس کے حق میں کفر اور سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ (مرقاۃ: ۱۱/۱۹۱)

دوسری حدیث نبوی ہے:

''مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَایِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ.''

(رواہ الترمذی وابوداود، مشکوۃ)

تَرجَمہ: ''کہ جس نے قرآن کی تشریح کی اپنی عقل اور سمجھ سے کی۔ اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی وہ خطاوار ہے (اس لئے کہ اس کو یہ حق ہی نہیں تھا کہ قرآن میں اپنی رائے کو دخل دے)۔''

آنحضرت ﷺ کی احادیث اور حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی پیشگوئی سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کو اپنی عقل سے سمجھنا اور اس میں رائے سے تفسیر کرنا جائز نہیں بلکہ یہ بہت سے فتنوں کا پیش خیمہ اور گمراہ کن راستہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اپنے تدبر فی القرآن کے طریقے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"طالعت علی الایة الواحدة نحو مائة تفسیر ثم اسال اللّٰہ الفهم واقول یا معلم آدم وابراهیم علمنی وکنت اذهب الی المساجد المهجورة ونحوها وامرغ وجهی فی التراب واقول یا معلم ابراهیم فهمنی."

(العقود الدریة: ٢٦)

تَرجَمۃ: "کہ بعض اوقات ایک ایک آیت کے لئے میں نے سو سو تفسیروں کا مطالعہ کیا مطالعہ کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اس آیت کا فہم عطا ہو میں عرض کرتا کہ اے ابراہیم و آدم علیہما السلام کے معلم میری تعلیم فرمائیں سنسان اور غیر آباد مسجدوں اور مقامات کی طرف چلا جاتا اپنی پیشانی خاک پر ملتا اور کہتا کہ اے ابراہیم علیہ السلام کو تعلیم دینے والے مجھے سمجھ عطا فرما۔"

غور کیجئے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ راسخ فی العلم ہونے کے باوجود سلف صالحین کے علم و فہم پر کتنا اعتماد فرماتے تھے اور استفادہ کی غرض سے بعض اوقات ایک ایک آیت کی تفسیر کے لئے اسلاف کی سو سو تفسیروں کا مطالعہ کرتے تھے۔ جبکہ اس زمانے میں ان تفاسیر کو پرانا ذخیرہ کہا جا رہا ہے ان کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جا رہی بلکہ قرآن کو سمجھنے کے لئے اگر رجوع بھی کیا گیا تو گلاسکو یونیورسٹی کی طرف کہ جہاں سوائے قرآن دشمنی کے کوئی تصور ہی نہیں ہوسکتا کہ وہاں کی حاصل کردہ تعلیم کے اندر قرآن فہمی کا کوئی مادہ بھی پیدا ہوا ہو یہ امکان سے بہت دور ہے۔

کیمیائے سعادت میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ گناہ پر مصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ

ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے قرآن کے پہچاننے سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جو کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو اس شخص کو فہم قرآن سے کچھ بھی حصہ نہیں ملتا۔

امام غزالی کے اس قول کو بغور پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ آیا یہ تینوں باتیں موصوفہ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں اگر پائی جاتی ہیں تو آپ سمجھ جایئے کہ موصوفہ تفسیر قرآن کی بالکل اہل نہیں بلکہ درس قرآن کے نام سے امت کو گمراہ کرنے کی زبردست سازش کر رہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ احادیث نبویہ اور سلف صالحین کی تفسیر وتشریح پر اعتماد اور رجوع کئے بغیر اور ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تربیت حاصل کئے بغیر از خود تفسیر قرآن کرنا نہ صرف ناجائز وحرام بلکہ انتہائی گمراہ کن فعل ہے، جس کا انجام سوء خاتمہ پر بھی ہوسکتا ہے۔ (اعاذنا اللّٰہ من ذلك)

آج کی دنیا میں بھی عجیب ظلم ہے کہ دنیا کے کسی بھی معاملہ میں اس قسم کا برتاؤ نہیں کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کر لے تو دنیا کا کوئی بھی صاحب عقل نہ اسے ڈاکٹر تسلیم کرتا ہے اور نہ اپنی جان اس کے حوالہ کرتا ہے جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو اس لئے کہ ڈاکٹر بننے کے لئے صرف انگریزی زبان اور اس سے متعلقہ کتابیں پڑھنا کافی نہیں بلکہ باقاعدہ ڈاکٹری تعلیم وتربیت حاصل کرنا ضروری ہے اور بغیر ڈاکٹری کورس وتربیت کے کوئی شخص ایسے جاہل ڈاکٹر کے ہاتھوں سے علاج کرا کے اپنی جان کو ہلاک نہیں کرتا اور یہ حال دنیا کے تمام چیزوں میں ہے کہ طب ہو یا وکالت ہو یا دنیا کا کوئی بھی معاملہ۔ تمام چیزوں میں کوئی شخص خود رائی سے کام نہیں لیتا۔

تو جب دنیا کے معاملے میں یہ حال ہے اور ہر شخص اس اصول کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے کہ ہر علم وفن سیکھنے کا ایک خاص طریقہ ہے اور اس کے شرائط ہیں تو کیا قرآن و

سنت رسول اور دین اتنے لاوارث اور اتنے مظلوم ہیں کہ اس کی تشریح وتفسیر کے لئے اوران کو بیان کرنے کے لئے کسی علم وفن کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں کہ صرف عربی زبان کی معمولی شدھ بدھ رکھنے سے اوراردو کی چند تفاسیر پڑھنے سے آدمی مفسر قرآن بن جائے۔ اوران کے معاملے میں جو شخص چاہے اپنی رائے قائم کر سکے یہ قرآن و حدیث ودین کے ساتھ سراسر ظلم ہے بالآخر دین وقرآن کے ساتھ ظلم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ......

بہت سی ایسی صریح باتوں کا بھی انکار کیا جاتا ہے جس میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ صراحۃً قرآن وحدیث سے ثابت ہیں یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ اپنی ناقص عقلوں پر اعتماد کیا اور جو بات اچھی لگی اس کو اختیار کرلیا اور جس بات پر عمل کرنا مشکل نظر آیا اس کو دین سے خارج کردیا۔

خلاصہ یہ کہ دین میں خود رائی اور اپنے بڑوں کی اتباع نہ کرنا یہ آدمی کو گمراہی والحاد تک پہنچا دیتی ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ خود بھی اس سے بچیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس سے بچائیں۔

۳ دینی علوم سے ناواقف لڑکیوں کو ایک سالہ کورس کرواکر درس قرآن کے لئے مقرر کرنا

محترمہ کا ایک گمراہ کن طریق کار دینی علوم سے بالکل نابلد بچیوں کو ایک سالہ درس قرآن کا کورس کرواکر ان کو اپنے اپنے علاقہ میں درس قرآن دینے کا اہل قرار دے کر ان کو درس قرآن کے لئے مقرر کرنا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسکول وکالج کی تعلیم یافتہ لڑکیاں قرآن کی زبان سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں تفسیر قرآن کے مبادیات سے بھی جاہل ہیں تو ایسی معلمات سوائے جہالت اور گمراہی پھیلانے کے اور کیا فریضہ سرانجام دیں گی؟

④ فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم نہیں

محترمہ کا نظریہ ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے

محترمہ کا یہ نظریہ صراحۃً قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور یہ مسئلہ ظواہر (جو قدیم زمانے کا ایک فرقہ ہے) اخذ کیا گیا کہ ظواہر کا نظریہ بھی یہ ہے کہ جان بوجھ کر فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں۔

کچھ ظواہر کے متعلق

ظواہر وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صرف قرآن وحدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر اس پر عمل کرنے کے دعویدار ہوئے حدیث کا مطلب سیاق وسباق اور اصول حدیث کے مطابق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں صرف ظاہر پر نظر کرتے ہوئے گمراہ ہوگئے۔ حالانکہ اس حدیث وآیت کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو وہ لوگ ظاہر سے مراد لیتے ہیں۔

انہوں نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر نظر کرتے ہوئے یہ نظریہ اپنایا کہ جان بوجھ کر فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں۔ محدثین ومفسرین نے ان کے اس نظریہ پر پرزور طریقہ سے رد کیا ہے تو موصوفہ کا یہ نظریہ کوئی نیا نہیں بلکہ ظواہر سے حاصل کردہ ایک گمراہ نظریہ ہے جس کی تردید محدثین وفقہاء کی طرف سے کی جا چکی ہے۔

اہل سنت والجماعت وجمہور امت کا نظریہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور امت کا متفقہ نظریہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا کرنا ضروری اور فرض ہے خواہ وہ نمازیں بھول کر قضا ہوئی ہوں یا جان بوجھ کر۔

جیسا کہ احکام القرآن میں امام جصاص رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے:

"وھذا الذی ورد به الاثر من ایجاب قضاء الصلوة المنسیة عندالذکر لا خلاف بین الفقهاء فیه وقد روی عن بعض السلف فیه قول شاذ لیس العمل علیه."

(احکام القرآن: ۳/۲۸۸)

علامہ عبدالرحمٰن شافعی لکھتے ہیں:

"واتفقوا علی وجوب قضاء الفوائت." (رحمة الامة: ۱٤٦)

کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم سے ثبوت

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ ١٤﴾ (سورہ طه: ١٤)

اس آیت کی جہاں بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں وہاں ایک تفسیر امام رازی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ نے یہ بھی کی ہے۔

"اقم الصلوة حین تذکرها ای انك اذا نسیت صلوة فاقمها اذا ذکرتها." (تفسیر کبیر)

ترجمہ: "کہ تم نماز کو قائم کرو جب تمہیں یاد آ جائے یعنی جب تم کسی نماز کو بھول جاؤ تو جب تمہیں یاد آ جائے تو اس کی قضا کرلو۔"

مندرجہ ذیل حدیث سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے:

احادیث سے ثبوت

❶ "عن ابی عبیدة بن عبیداللّٰہ بن مسعود قال قال ان المشرکین منعوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب منا اللیل ماشاء اللّٰہ

فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء.''

(ترمذی: ص ٤٣)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا۔ یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔''

واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ نمازیں بھول و غفلت سے قضا نہیں ہوئیں بلکہ معلوم تھا کہ ہماری نمازیں قضا ہورہی ہیں لیکن جنگ کی مشغولی کے عذر سے وقت پر نہ پڑھ سکے پھر قضا پڑھیں۔

❷ ''عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من نسى صلوة فليصلها اذا ذكرها لاكفارة لها الا ذلك.'' (بخاری: ۱/۴۸، مسلم: ۱/۲۷، ترمذی: ۴۳، ابوداود: ٦٤)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔''

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ جو نمازیں قضاء ہو جائیں خواہ جان بوجھ کر ہوں یا بھول کر یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے یا کسی بھی عذر کی وجہ سے وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے۔

اور حدیث شریف کے مفہوم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب غفلت یا نیند یا

بھول کر فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے تو وہ نمازیں جو کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو گئیں تو ان نمازوں کی ادائیگی تو بطریقِ اولیٰ ضروری ہوگی۔

محترمہ کے اپنائے ہوئے اس ظواہر کے نظریہ کی شارحین حدیث نے خوب وضاحت کے ساتھ تردید کی ہے۔ چنانچہ شارح مسلم امام نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں۔

"فيه وجوب قضاء الفريضة الفائته. سواء تركها بعذر كنوم او نسيان او بغير عذر وانما قيد فى الحديث بالنسيان لخروجه على سبب ولانه اذا وجب القضاء على المعذور بغير اولى بالوجوب وهو من باب التنبيه بالادنى على الاعلى. وشذ بعض اهل الظاهر فقال لا يجب قضاء الفائتة بغير عذر وزعم انها اعظم من ان يخرج من وبال معصيتها بالقضاء وهذا خطاء من قائله وجهالته." (نووی: ۲۳۱/۱)

تَرجَمَہ: "اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو مثلاً سو گیا ہو یا بغیر عذر کے۔ اور حدیث میں جو بھول جانے کی قید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے بیان ہونے کی وجہ بھول جانا اور سونا ہی تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ کے باب میں سے ہے (کہ جس طرح قرآن مجید میں ہے کہ "لا تقل لهما اف") کہ اپنے والدین کو "اف" مت کہو اب ہر عقل مند شخص سمجھتا ہے کہ جب اف کہنا حرام ہے تو مارنا اور ان کو تکلیف دینا تو بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا کہ یہ ادنیٰ

سے اعلیٰ پر تنبیہ ہے کوئی بھی اس کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ اف کہنا منع ہے مارنا تو منع نہیں لہٰذا ان کو مارو۔ اسی طرح اس حدیث شریف میں ہے کہ جب بھول سے فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے تو بغیر عذر کے جان بوجھ کر قضا شدہ نمازوں کی قضا تو بطریقِ اولیٰ ضروری ہوگی اور بعض اہلِ ظاہر نے اپنا یہ منفرد مذہب اختیار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ بلا عذر فوت ہوجانے والی نماز کی قضا واجب نہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جو نماز فوت ہوگئی آدمی قضا کر کے اس معصیت اور گناہ سے نکل ہی نہیں سکتا لہٰذا قضا ہی نہ کرے۔''

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ یہ قائل کی غلطی اور جہالت پر مبنی ہے۔

احکام القرآن میں ابن العربی لکھتے ہیں:

''قوله صلى الله عليه وسلم (من نام عن صلوة او نسيها فليصلها اذا ذكرها) يقتضي وجوب الصلوة على كل ذاكر اذا ذكر سواء كان الذكر دائما كالتارك لها عن علم او كان الذكر كالتارك لها عن غفلة وكل ناس تارك الا انه قد يكون بقصد او بغير قصد فمتى كان الذكر واجب الفعل دائما او منقطعا فافهموا هذا النكته تريحوا انفسكم فما زالوا يزهدون الناس فى الصلاة حتى قالوا ان من تركها متعمدا لا يلزم قضائه.''

(احکام القرآن لابن العربی: ۳/۱۹۲، ۱۹۳)

تَرجَمَۃ: ''کہ یہ حدیث تقاضا کرتی ہے اس بات کا کہ یاد آنے والے کو جب یاد آجائے تو اس کے ذمہ نماز ادا کرنا ضروری ہے خواہ وہ یاد آنا دائمی ہو کہ جو شخص نماز کو جان بوجھ کر چھوڑے گا اس کو ہمیشہ یاد ہوگا کہ میں نے

نماز چھوڑ دی ہے یا وہ یاد آنا عارضی ہو جیسے کسی غفلت یا نیند کی وجہ سے نماز چھوڑ دی۔ غرض یہ کہ خواہ جان بوجھ کر چھوڑے یا بغیر قصد اور ارادے کے غفلت و بھول کی وجہ سے نماز چھوٹ جائے، ہر حال میں تارک (یعنی نماز کو چھوڑنے والا) ہے اور تارک (نماز کو چھوڑنے والا) کا یہی حکم ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔''

آگے فرماتے ہیں کہ تم اس نکتہ کو اور حدیث کے مطلب کو خوب اچھی طرح سمجھ لو (کہ ہر ایک پر قضا ہے) اگر تم اس نکتہ کو سمجھ جاؤ گے تو تم اپنے آپ کو بدعتی گمراہ لوگوں کے شر سے بچالو گے کہ وہ لوگ (اس حدیث کا مطلب سمجھتے نہیں اور غلط مطلب سمجھ کر) لوگوں کو نماز سے مستقل بے رغبت کر رہے ہیں کہ کہتے ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ان کے ذمہ قضاء نہیں۔

علامہ ابن العربی کی اس عبارت پر ذرا غور کیجئے کہ اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو ابن العربی نے بدعتی قرار دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے اور علامہ فرماتے ہیں کہ یہ صرف ایک غلط نظریہ ہی نہیں بلکہ اس قسم کا نظریہ رکھنے والے لوگوں کو نماز سے بے رغبت کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اس کی اہمیت کم کرتے ہیں۔

نماز سے روکنے کی ایک زبردست سازش

اندازہ کیجئے کہ نماز جیسا اہم و عظیم الشان رکن کہ ایمان کے بعد سب سے اہم عمل اور اسلام کی بنیاد جو کسی حالت میں بھی معاف نہیں اتنے اہم رکن کے متعلق یہ نظریہ قائم کرنا درحقیقت نماز سے روکنے کی ایک سازش ہے۔

کہ آج کل عموماً عوام کے اندر پہلے ہی نماز کی اہمیت نہیں۔ پھر ان کے سامنے یہ مسئلہ لا کر ان کو اور زیادہ بے باک کرنا ہے کہ نماز چھوڑ دی تو کیا ہوا بعد میں توبہ و استغفار

کرلیں گے بس کافی ہے۔

⑤ موصوفہ کے نزدیک تصویر جائز ہے

کیمرہ کی تصویر عکس ہے اس لئے یہ مباح ہے۔ وہ مجسمے ونقوش اور تصاویر جو کہ ہو بہو بعینہٖ نہ ہوں اور ان سے مقصود تعظیم وشرک نہ ہو ایسی تصاویر ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں۔ (ماخوذ از کیسٹ اسلام اور فوٹو گرافی)

قرآنی آیت

﴿ يَعْمَلُونَ لَهُۥ مَا يَشَآءُ مِن مَّحَـٰرِيبَ وَتَمَـٰثِيلَ ﴾ (سبا: ۱۳)

ترجمہ: ”وہ اس کے لئے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتے اونچی عمارتیں تصویریں۔“

کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے محترمہ نے یہ نظریہ بیان کیا ہے کہ کیمرہ کی تصویر تصویر کے حکم میں نہیں ہے بلکہ یہ عکس ہے۔ جیسے شیشہ میں عکس ہوتا ہے اس لئے یہ مباح ہے اسی طرح وہ مجسمے ونقوش جو کہ سایہ دار نہ ہوں اور ہو بہو بعینہ نہ ہوں اور ان سے مقصود تعظیم وغیرہ نہ ہو تو ایسی چیزیں ناپسندیدہ یعنی مکروہ ہیں۔ (حرام نہیں)

تنبیہ

تصاویر کے متعلق ارشادات نبویہ واحکام شریعت معلوم کرنے سے قبل یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تصاویر کی حرمت شریعت اسلامیہ محمدیہ کا مخصوص حکم ہے پہلے بعض انبیاء کی شریعتوں میں تصاویر ممنوع نہیں تھی جیسا کہ مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

اور ہجرت سے پہلے شریعت اسلام میں تصاویر کی حرمت کا ثبوت نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد تصاویر کی حرمت کے احکام آئے ہیں۔

تصاویر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

حدیث پاک میں ہے:

"ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون."

(صحیح مسلم: ۲/۲۰۱)

ترجمہ: "کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔"

دوسری حدیث شریف میں ہے:

"کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا اے ابن عباس میں ایک ایسا شخص ہوں میرا ذریعہ معاش میرے ہاتھوں کا ہنر ہے میں تصویر بناتا ہوں کیا یہ ذریعہ معاش جائز ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں وہی بات تمہیں بتاؤں گا جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیں گے جب تک وہ اس میں روح نہ پھونک دے اور وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا تو اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور اس شخص نے یہ سن کر بڑا گہرا سانس لیا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بھلا ہو تمہارے لئے اگر تم نے تصویر بنانی ہے تو ان درختوں اور کسی ایسی چیز کی تصویر بناؤ جس میں روح نہ ہو۔"

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

"کہ ہمارے فقہاء اور علماء نے فرمایا ہے کہ کسی جاندار کی تصویر بنانا فوٹو کھینچنا حرام ہے بلکہ شدید ترین حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ اس کے

بارے میں سخت وعید کے ساتھ احادیث وارد ہوئی ہیں اور یہ حکم ہر تصویر اور فوٹو تیار کرنے والے کے لئے ہے۔ خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو ذلت کی غرض سے رکھا جاتا ہو یا ایسی نہ ہو ہر حال میں تصویر وفوٹو حرام ہے خواہ یہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں درہم میں ہو یا دینار میں، برتن میں ہو یا دیوار میں البتہ درختوں اور اونٹ کے کجاوے اور اسی طرح غیر جاندار چیزوں کی تصاویر جائز ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں یہ تصویر مجسمے کی ہو جس کا سایہ پڑتا ہو۔ یا مجسمہ نہ ہو بلکہ محض نقش ورنگ ہو یہی مذہب ہے۔ جمہور علماء کا صحابہ وتابعین کا اور ان کے بعد والے علماء کا اور یہی مذہب ہے امام نووی، امام مالک وامام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا۔"

تصویر کے بارے میں جمہور امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب ملاحظہ فرمائیے:

عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمارے فقہاء وغیرہ نے فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا نہ صرف حرام بلکہ سخت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادۃً ذلیل ممتہن رکھا جاتا ہے یا اس قسم کی نہ ہوں پس وہ بہر حال حرام ہیں اس لئے کہ اس میں اللہ کی بناوٹ کی مشابہت ہے اور برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں دینار درہم اور پیسوں میں ہو یا برتنوں میں اور برابر ہے کہ وہ مجسمہ صورت ہو جس کا سایا پڑتا ہو یا محض رنگ ونقش کی صورت میں ہو علماء کی جماعت امام مالک، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ وغیرہ سب کا یہی قول ہے۔"

ان دونوں عبارتوں سے منجملہ اور مسائل کے یہ چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

❶ احادیث رسول اللہ ﷺ کی رو سے کسی بھی جاندار کی تصویر خواہ وہ سایہ دار مجسمہ کی شکل میں ہو بعینہ ہو یا کسی قدر تبدیلی کے ساتھ یا کسی جاندار کی تصویر کسی کاغذ یا

دیوار پر نقش کرنا بایں طور کہ اس کا سایہ نہ ہو یا کسی جاندار کی تصویر کیمرہ کے ذریعہ کھینچنا کھچوانا بنانا یہ تمام امور نہ صرف حرام بلکہ سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہیں خواہ اس سے مقصود تعظیم وشرک ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو یا بے مقصد سب کا ایک ہی حکم ہے۔

❷ جاندار کی تصویر چھاپنا خواہ نوٹوں میں ہو یا دوسری کتابوں کاپیوں میں ہو یا اشتہاروں میں سب ناجائز وحرام ہے۔ البتہ ہمارے ہاں حکومتی قوانین کی وجہ سے شناختی کارڈ، پاسپورٹ، نوٹ وغیرہ کی تصویر مجبوری وضرورت بن چکی ہے اس لئے بوجہ مجبوری یہ تصویریں کھینچوائی جاسکتی ہیں لیکن اس پر بھی توبہ واستغفار کیا جائے۔

❸ جاندار کی کسی قسم کی تصویر گھر دفتر دکان کی دیوار یا عمارت میں لگانا ناجائز وحرام ہے۔ جبکہ محترمہ کا نظریہ یہ ہے کہ جو تصویر سایہ دار مجسمہ کی شکل میں نہ ہو اور وہ ہو بہو بعینہٖ نہ ہو اور اس سے مقصود تعظیم نہ ہو ایسی تصاویر حرام نہیں بلکہ ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں۔

❹ جبکہ احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں ان تمام تصاویر کے حرام ہونے پر جمہور علمائے امت کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ نووی وعلامہ عینی جیسے شراح حدیث نے تصریح کی ہے۔

اور کیمرہ کی تصویر کو عکس کہنا اور اس کو آئینہ اور پانی پر قیاس کرنا محض بے معنی ولغو بات ہے اور ایک دھوکہ ہے کہ عکس اس وقت تک عکس ہے جب تک وہ عکس والے کے تابع ہو اگر اس عکس کو مصالحہ اور آلات کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے کہ عکس والے کے غائب ہونے کے بعد بھی اس کی صورت محفوظ رہتی ہے تو عکس نہیں بلکہ تصویر ہے جو کہ حرام ہے۔

لہٰذا فوٹوگرافی بھی تصویر کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

⑥ پردہ کے متعلق موصوفہ کے نظریات

پردہ کے متعلق محترمہ نے جو نظریات اپنی کیسٹ ''شرعی پردہ'' میں بیان کئے ہیں

ان میں سے اکثر مسائل قرآن وحدیث وجمہور امت کے نظریات کے خلاف اور امت میں ایک قسم کی بے حیائی کو فروغ دینے والے مسائل ہیں، جن میں سے چند ملاحظہ کیجئے:

چہرہ کا پردہ نہیں، بہنوئی خالو وغیرہ سے پردہ نہیں، شادی شادہ کزنوں سے پردہ نہیں۔ غیر شادی شدہ میں احتیاط بہتر ہے۔ اصل پردہ یہ ہے کہ مرد عورت کو نہ دیکھے، عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ بری نظر سے دیکھنا برا ہے، صحیح نظر سے دیکھنا برا نہیں۔

یہ مسائل ونظریات قرآن وسنت کی روشنی میں ملاحظہ ہوں

پہلی بات تو یہ ہے کہ استدلال اور استنباط کے مقام میں صرف ایک آیت یا ایک حدیث کو بنیاد قرار دے کر کسی حکم یا مسئلہ شرعی کا استنباط کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے اور عمداً ایسا کرنا کہ تمام نصوص میں سے کسی ایک کو لے کر باقی کو نظر انداز کر دیا جائے یہ الحاد اور زندقہ ہے۔

دوسری بات یہ سمجھنی چاہئے کہ اس جگہ دو مسئلے جدا جدا ہیں۔ اکثر شبہات ان دونوں مسئلوں کے اختلاط سے پیدا ہو گئے۔ ایک حکم ستر کا ہے جو نماز کا ستر ہے دوسرا حکم حجاب و پردہ پوشی کا ہے۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ حکم ہیں۔ نماز میں ستر کے لئے تو چہرہ، ہاتھ اور قدم کا ڈھانپنا ضروری نہیں اور جن فقہاء نے ان کے کھولنے کو جائز قرار دیا ہے وہ ستر نماز کے متعلق ہی لکھا ہے۔ دوسرا مسئلہ حجاب اور پردہ کا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور حجاب کے متعلق اصل یہ ہے کہ اس کا مدار فتنہ پر ہے کہ جتنا زیادہ فتنہ کا احتمال ہو اسی قدر اس کا روکنا ضروری ہے۔ یہ کچھ تفصیل اس لئے لکھی گئی کہ ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کرنے سے احکام قرآن اور مسائل سمجھنے میں بہت سے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ عورت کا چہرہ ہتھیلیاں سترِ عورت میں بالا جماع داخل نہیں کہ عورت کے

لئے نماز میں چہرہ، ہتھیلیوں کو چھپانا بالاتفاق ضروری نہیں۔

اور حجاب یعنی شرعی پردے میں اصل دارومدار فتنہ پر ہے کہ حجاب کا مقصد اصلی فتنہ کو روکنا ہے تو حجاب شرعی کے متعلق ائمہ ثلثہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لئے کسی اجنبی اور نامحرم کے سامنے یا بازار وغیرہ میں نکلتے وقت چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے اور متاخرین احناف نے زمانہ کے گزرنے کے ساتھ جب فتنہ کے بڑھنے کو محسوس کیا کہ اصل فتنہ کا مرکز ہی چہرہ ہے تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ چہرہ کا ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ باتفاق ائمہ اربعہ عورت کے لئے اپنے چہرہ کو اجنبی مرد کے سامنے یا بازار وغیرہ میں کھولنا جائز نہیں۔

قرآن شریف میں ہے:

﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

تَرْجَمَہ: ”وہ عورتیں اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔“

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”تغطی وجهها من فوق راسها بالجلباب وتبدی عينا واحدا.“

محمد بن سیرین سے بھی حجاب کی تفسیر میں اس قسم کا عمل منقول ہے۔ احکام القرآن میں ابوبکر بن جصاص لکھتے ہیں:

”فی هذه الاية دلالة على ان المراة الشابة مامور بستر وجهها عن الاجنبيين.“ (۳/۴۸۶)

کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ غیر محرم مردسے اپنے چہرہ کو چھپائیں۔

ابوداود شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

''جاء ت امراة الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقال لها ام خلاد وهى منتقبة تسال عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم تسالين عن ابنك وانت منتقبة ان ارزء ابنى فلن ارزء حيائى.'' (۳٤٤/۱)

ترجمہ: ''ایک عورت ام خلاد اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر واقعہ کی تحقیق کے لئے آئیں اس حال میں کہ ان کے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا کسی نے کہا ایسی پریشانی کی حالت میں بھی نقاب نہ چھوڑا انہوں نے کہا میرا لڑکا گم ہوا ہے غیرت گم نہیں ہوئی۔''

پردہ کی اہمیت اور چہرے کے پردے کے ضروری ہونے کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ تو قرآن ومختلف احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورتوں کے لئے چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ نہ کرنے کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی باہر نکلنے کی صورت میں برقعہ میں نکلنا مستحب ہے اور نوجوان ومتوسط العمر عورتوں کے لئے تمام بدن کو چھپانا اور برقعہ کر کے چہرے کو چھپانا اور اپنے آپ کو گھر میں محبوس رکھنا ضروری ہے۔

محارم جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں کہ ان سے پردہ نہیں یعنی عورت اپنے محارم کے سامنے اپنے چہرہ ہاتھ وغیرہ کو کھول سکتی ہے اور مذکورہ محارم کے علاوہ سب سے پردہ ہے۔

محترمہ اس محارم میں تفصیل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ایک رشتہ دار نامحرم ہوا کرتے ہیں ایک اجنبی نامحرم۔ رشتہ دار نامحرم مثلاً خالو، بہنوئی وغیرہ ان سے چہرہ ہاتھ وغیرہ کا پردہ نہیں بلکہ عورت ان کے سامنے جاسکتی ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر سلام کلام کر سکتی ہے اسی طرح جو کزن شادی شادہ ہوں ان سے باہمی ملاقات سلام کلام ہوسکتا ہے۔

اندازہ لگائیے کہ قرآنی احکامات میں کس قدر تحریف و تبدل ہے کہ قرآن نے محارم کے بیان میں اس قسم کی کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور محارم کے سامنے آنے کا جو حکم ہے وہ حکم بھی یہ ہے کہ چہرہ ہتھیلیاں پاؤں سر وغیرہ کھول کر سامنے آسکتے ہیں تمام اعضاء تو عورت اپنے محارم کے سامنے بھی نہیں کھول سکتی تو جب محارم کے سامنے بھی اعضائے ظاہرہ کو کھولنا جائز ہوا اور نامحرم رشتہ دار کے سامنے بھی چہرہ وغیرہ کھول کر سامنے آنا جائز ہے تو پھر قرآن میں بیان کردہ محارم کی تفصیل بیان کرنے کا کیا مطلب ......؟

گویا کہ محترمہ نے محارم کے بیان میں اپنی طرف سے بہنوئی، خالو وغیرہ کا اضافہ کیا کہ یہ بھی عورت کے محرم ہیں ان سے بھی پردہ کرنا ضروری نہیں یہ قرآن کے ایک صریح حکم میں اپنی طرف سے تبدیلی اور اضافہ ہے۔ اور بے حیائی کو فروغ دینا ہے کہ آج کل معاشرہ میں خرابیاں تباہ کاریاں جتنی پیدا ہو رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ اپنے نامحرم رشتہ داروں سے پردہ نہ کرنا ہے۔

عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے

محترمہ نے اپنے دروس کے دوران مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہوئے یہ تاثر دیا کہ اصل پردہ یہ ہے کہ مرد عورت کو نہ دیکھے اور عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ مردوں کی مجلس ہو رہی ہو تو عورت مردوں کے درمیان سے گذر سکتی ہے بازار میں آتے جاتے عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے اور یہ تاثر دیا کہ عورتیں تو بالکل پاک صاف ہیں ساری خرابیاں مردوں میں ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں دونوں کے لئے صاف حکم ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ

بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ﴾(سورۃ النور: ۳۱)

ترجمہ: ”کہ آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں الا یہ کہ جو ظاہر ہو جائے۔“

اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ مردوں کو حکم ہے وہ نگاہیں نیچی رکھیں ایسے ہی عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہ پست رکھیں اور اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو نہ دیکھیں اسی وجہ سے اکثر علماء کا قول ہے کہ عورت کے لئے غیر محرم مرد کو دیکھنا بلا ضرورت حرام ہے خواہ شہوت اور بری نیت سے دیکھے یا بغیر کسی شہوت و نیت کے دونوں صورتیں حرام ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث ہے:

”العينان زناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الكلام واليدان زناهما البطش والرجل زناهما الخطى والقلب يهوى ويتمنى ويصدق ذلك الفرج ويكذبه.“ (مشکوۃ: ص ۲۰)

ترجمہ: ”کہ آنکھ زنا کرتی ہے اس کا زنا غیر کو دیکھنا ہے، کان زنا کرتا ہے اس کا زنا حرام باتیں سننا ہے، زبان زنا کرتی ہے اس کا زنا حرام باتیں کرنا ہے، ہاتھ زنا کرتا ہے اس کا زنا غیر محرم کو پکڑنا اور مس کرنا ہے، پاؤں زنا کرتا ہے اس کا زنا چلنا ہے اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔“

اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے ہے کہ جس طرح مردوں کی نگاہیں اجنبیہ عورتوں پر پڑ کر خیانت کرتی ہیں اسی طرح اجنبیہ عورت کی نگاہیں بھی اجنبی مرد پر پڑ کر خیانت کرتی ہیں اور جس طرح مردوں کے لئے عورتوں میں

کشش اور جاذبیت ہے اسی طرح عورتیں بھی انسان ہیں ان کے اندر بھی جذبات و احساسات ہیں وہ عورتیں کوئی فرشتہ نہیں ان کے اندر بھی مردوں کی طرف رغبت ومیلان اور کشش ہوتی ہے۔ اور اس رغبت ومیلان کو سب سے پہلی ابھارنے والی چیز نظر ہے۔ اسی وجہ سے قرآنی آیت میں مستقل تاکید کے ساتھ عورتوں کو علیحدہ طور سے حکم دیا کہ وہ اپنی نظر نیچی رکھیں۔

امہات المومنین ام سلمہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیکھنے کا واقعہ صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کے لئے مردوں کو دیکھنا جائز نہیں۔

اور جن بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حبشیوں کے کھیل کو دیکھنے کے واقعہ کے ذریعہ استدلال کیا ہے (اگرچہ اس حدیث کے اور بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں) لیکن ان کے نزدیک بھی شہوت کی نظر سے دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے مکروہ و ناپسندیدہ ہے جبکہ محترمہ نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے مطلقاً فیصلہ کر دیا کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔

عورت مرد سے تعلیم حاصل کر سکتی ہے

محترمہ کا نظریہ ہے کہ عورت اجنبی مرد سے بے پردہ تعلیم حاصل کر سکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو تعلیم دی ہے۔ حالانکہ اصل یہ ہے کہ دینی تعلیم حاصل کرنا بھی نامحرم مرد سے جائز نہیں اگر کوئی مسئلہ درپیش آ جائے تو اولاً اپنے محرم کے ذریعہ اس کو معلوم کروایا جائے اگر کوئی ایسا محرم نہ ہو تو مکمل پردہ کے ساتھ وہ مسئلہ کسی عالم سے پوچھ سکتی ہے لیکن باضابطہ تعلیم کسی اجنبی مرد سے بے پردہ حاصل کرنا جائز نہیں[1] اور

[1] نوٹ: ہاں اگر مکمل پردہ کے اہتمام کے ساتھ دیوار یا کسی پردہ کی آڑ میں مرد عورتوں کو تعلیم دے کہ جس میں ایک دوسرے پر نظر پڑنے کا احتمال نہ ہو تو ایسی صورت میں مردوں سے تعلیم حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عورتوں کو پردہ میں وعظ فرماتے تھے البتہ کسی آڑ اور پردہ کے اہتمام کئے بغیر یہ جائز نہیں۔

آنحضرت ﷺ سے بخاری وغیرہ کی روایت میں اتنا ثابت ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کے پاس وعظ کہنے کے لئے تشریف لے جاتے اس میں کہیں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو بے پردہ وعظ و نصیحت فرمائی۔

لہٰذا محترمہ کا نظریہ بالکل غلط نظریہ اور سخت فتنہ والی بات ہے کہ اس کی وجہ سے بہت سے فتنہ وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔

عورت مرد ڈاکٹر کو مطلقاً جسم ستر وغیرہ دکھا سکتی ہے

موصوفہ نے عورت کے لئے مطلقاً اس بات کی اجازت دی ہے کہ عورت کسی اجنبی مرد ڈاکٹر سے بلا ضرورت اپنا علاج وغیرہ کروا سکتی ہے۔

حالانکہ مسلم شریف کی حدیث ہے:

''عن جابر رضی اللّٰه عنه ان ام سلمة رضی اللّٰه عنها استاذنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الحجامة فامر اباطیبة ان یحتجمها قال حسبت انه کان اخاها من الرضاعة او غلاما لم یحتلم.'' (مسلم شریف: ۲/۲۲۵)

ترجمہ: ''کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پچھنے لگوانے کے متعلق اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ابو طیبہ کو حکم دیا کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پچھنے لگا دے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق ابو طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے کہ ان سے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پردہ نہ تھا۔''

اس حدیث سے صراحۃً یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے علاج کے سلسلہ میں پردہ کا اہتمام رکھنا ضروری ہے اگر معالج کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے میں کچھ

حرج نہ ہوتا تو حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ نہ کہنا پڑتا کہ ابوطیبہ ام سلمہ کے رضاعی بھائی یا نابالغ لڑکے تھے جب کہ یہ معاملہ پچھنے لگوانے کا تھا جو کہ عموماً سر وغیرہ پر لگتا ہے، مستور حصہ اس میں ظاہر نہیں ہوتا جب اس میں اتنا اہتمام ہے تو جو عورت کا مستور حصہ ہے اس میں کتنا اہتمام ضروری ہوگا۔

اس لئے اولاً ضروری ہے کہ عورت کسی لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروائے اور لیڈی ڈاکٹر سے بھی علاج کرانے میں بلا ضرورت اس کو اپنے جسم کا مستور حصہ دکھانا جائز نہیں اور نہ اس کے لئے دیکھنا جائز ہے بلکہ وہ بھی بقدر ضرورت دیکھے اور آج کل کے زمانہ میں جبکہ ہر شعبہ میں خصوصی طور پر امراض نسوانی میں لیڈی ڈاکٹر کی کثرت ہے تو یہ ضرورت آسانی سے پوری ہوسکتی ہے ہاں مرد کو دکھانے کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو بالکل مجبوری کی حالت ہو تو ایسی صورت میں مرد ڈاکٹر سے علاج کروایا جاسکتا ہے لیکن مرد ڈاکٹر کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اس کے جسم کی طرف بقدر ضرورت دیکھے۔

جیسا کہ الاشباہ میں ہے:

"الطبيب انما ينظر من العورة بقدر الحاجة."

(الاشباہ: ۱/ ۲۵۳)

عورت بغیر محرم کے یا چند عورتیں مل کر تنہا سفر پر جاسکتی ہیں

محترمہ کا نظریہ یہ ہے کہ عورت بغیر محرم کے یا چند عورتیں مل کر بغیر محرم کے سفر کرسکتی ہیں اور اس کی باقاعدہ بڑے اہتمام سے ترغیب ہوتی ہے کہ عورتیں تبلیغ کرنے کے لئے بغیر محرم کے جائیں۔ جبکہ بہت سی احادیث صحیحہ صراحۃً اس پر دال ہیں کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

"عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسافر المراة الا مع ذى محرم."

(۱/ ۲۵۰)

تَرجَمۃ: ”عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔“

دوسری حدیث شریف میں ہے:

”عن ابی هريرة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال لا يحل لامراة تومن باللّٰه واليوم الآخر ان تسافر مسيرة يوم وليلة وليس معها ذومحرم.“

(بخاری: ۱/۱٤۸، مسلم: ۱/٤۳۳)

تَرجَمۃ: ”کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن ایک رات کے برابر سفر کرے۔“

ان احادیث مبارکہ اور ان جیسی دوسری احادیث مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں اور یہ احادیث بھی جو پیش کی گئی وہ بخاری و مسلم کی ہیں جس کو محترمہ بھی راجح واصح مانتی ہیں، اور ان ہی احادیث صحیحہ کی بنا پر جمہور علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں جیسا کہ علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ لکھتے ہیں:

”وقال الجمهور لا يجوز (ای لها الخروج) الا مع زوج او محرم وهذا هو الصحيح للاحاديث الصحيحة.“

لہٰذا محترمہ کا یہ نظریہ صراحۃً قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

⑦ عورتیں جماعت کے لئے مسجد میں آ جا سکتی ہیں

محترمہ اپنے درس وغیرہ میں عورتوں کو اس بات کی مکمل ترغیب دیتی ہیں کہ مسجد جا کر با جماعت نماز پڑھیں عورتوں کے مسجد جانے پر کوئی پابندی نہیں۔

صحیح مذہب

حالانکہ صحیح مذہب یہ ہے کہ عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت کی غرض سے عام

پنج وقتہ نمازوں میں یا جمعہ وعید وغیرہ کسی بھی نماز میں شرکت کی غرض سے مسجد جانا جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾ (الاحزاب: ٣٣) تَرجَمَہ: ''عورتیں اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں۔''

بلاشبہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو مسجد آنے جانے کی اجازت دی تھی اور عہد نبوی میں عورتیں باجماعت مسجد میں نماز پڑھتی تھیں اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (مسلم: ١/١٨٣)

مگر ان ساری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس سے مقصود شوکت وقوت کا اظہار تھا کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ معلوم ہو لیکن یہ علت اب باقی نہیں رہی اور اس کے علاوہ اس باب کی اگر تمام احادیث پر غور کیا جائے تو ان تمام احادیث میں دو چیزیں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض احادیث مبارکہ میں جہاں آپ ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے تو ساتھ ہی یہ شرط لگائی ہے کہ بغیر زیب وزینت کیے ہوئے نکلیں۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

''لا تمنعوا اماء اللّٰه مساجد اللّٰه ولكن ليخرجن وهن تفلات.'' (بذل المجهود: ١/٣١٩)

تَرجَمَہ: ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو لیکن وہ بے زینت ہو کر نکلیں۔''

اس لفظ ''لکن'' سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکلنے کا جواز مطلقاً نہیں بلکہ اگر نکلنا ہو تو بے زینت ہو کر نکلیں۔ ان جیسی تمام احادیث میں جو بے زینت ہو کر نکلنے کی قید لگائی گئی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے جبھی تو یہ قیودات ذکر کی گئیں تا کہ فتنہ کا سد باب ہو سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کو مسجد آنے سے نہ روکیں وہیں آپ ﷺ نے عورتوں کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ان کا نہ ہی نکلنا بہتر ہے اور ان کے لئے افضل و بہتر یہ ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں۔ جب کہ باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں ستائیس نمازوں کا ثواب مسجد نبوی میں ادا کرنے کی صورت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب اور حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی عظیم سعادت کے باوجود عورت کو اسی بات کا حکم دیا گیا کہ ان کے گھر کی اندرونی کوٹھری کی نماز مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"صلوة المراة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی حجرتها."

ترجمہ: "آپ ﷺ نے فرمایا عورت کمرہ میں بہتر ہے عورت کے صحن میں نماز پڑھنے سے اور عورت کی نماز کوٹھری میں بہتر ہے اس نماز سے جو کہ کمرہ میں ہو۔"

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

"عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تمنعوا نساء کم المساجد وبیوتهن خیر لهن." (ابوداود)

ترجمہ: "آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو لیکن ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔"

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی وہ نماز سب سے زیادہ بہتر ہے جو سب سے زیادہ پردہ میں ہو۔ اور اگر غور کیا جائے تو اس پردہ کے اتنے اہتمام

سے مقصود بھی فتنہ کو روکنا ہے کہ عورتوں کے پوشیدہ رہنے میں ہی خیر ہے اور اس کے ظاہر ہونے و گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے پاکیزہ و مبارک زمانے میں بھی اجازت دی تو شرائط کے ساتھ اور ساتھ ہی ساتھ فضیلت کو بھی بیان فرمادیا کہ وہ گھر میں ہی نماز پڑھیں اور اگر نکلیں بھی تو ان شرائط کے ساتھ تاکہ فتنہ کم سے کم ہو۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے فوراً بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس فتنہ کو باوجودیکہ اس زمانے کے متعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت کی گواہی دے چکے تھے لیکن ان سب کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑا کہ اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیتے۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے:

"لو كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى اسرائيل."

(بخاری: ۱/۱۱۹، مسلم: ۱/۱۸۳)

ترجمہ: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی جدت کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجد سے منع کر دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا۔"

چنانچہ حالات کی تبدیلی اور زمانہ نبوی سے بعد کے ساتھ ساتھ فتنے بڑھنے لگے ایمانی قوت کمزور ہوگئی آخرت کا غم اور خوفِ خدا کم ہوگیا۔ حتیٰ کہ متاخرین علماء نے زمانے کی نزاکت اور حالات کے فساد کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ ہر عورت کا خواہ بوڑھی ہو یا جوان، کسی بھی وقت میں خواہ دن ہو یا رات، کسی بھی نماز میں حتیٰ کہ جمعہ وعیدین میں بھی مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا اور اس میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

بوڑھی عورت ظہر وعصر و جمعہ کی نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں میں شرکت کر سکتی ہے۔ (تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے)

خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ وفتویٰ میں دارومدار زمانہ کے فساد وفتنہ پر ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں فتنہ و فساد کے نہ ہونے کے باوجود آپ نے فرمایا "وبیوتھن خیرلھن" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتنہ کو دیکھتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ قول کہنا پڑا جو گذرا پھر ایام کے بعد اور حالات کے تغیر وانقلابِ زمانہ کو محسوس کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ بوڑھی عورت ظہر وعصر و جمعہ کی نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں میں جا سکتی ہے۔

پھر اس کے بعد زمانہ جوں جوں گذرتا گیا حالات بدلتے گئے تو متاخرین علماء نے فتویٰ دیا کہ کسی بھی عورت کا خواہ بوڑھی ہو یا جوان کسی بھی نماز میں شرکت کے لئے جانا جائز نہیں۔ جوان عورتوں کے متعلق تو سب کا اتفاقی فیصلہ ہے کہ جوان عورت کسی بھی نماز کے لئے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی البتہ بوڑھی عورت کے لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

⑧ حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے

محترمہ کا نظریہ ہے کہ حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے اس کو چھو سکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ کہتی ہیں کہاں اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ ان دنوں میں قرآن نہ پڑھو، کہاں منع کیا ہے کہ تم اس کی تعلیم نہ دو؟ کہیں بھی نہیں منع کیا جب منع نہیں کیا تو یہ لوگ کون ہوتے ہیں خود ساختہ پابندیاں ہم پر لگانے والے؟

(روزنامہ نوائے وقت ۷ مارچ ۲۰۰۲ء)

ڈاکٹر صاحبہ کا یہ نظریہ صراحۃً احادیث وجمہور علمائے امت کے خلاف ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تقرا الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن.“

(ترمذی: ۱/۳٤)

کہ حائضہ عورت اور جنبی عورت قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس باب کی حادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وهو قول اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم والتابعین ومن بعدهم مثل سفیان الثوری وابن المبارك والشافعی واحمد واسحق قالوا لا تقرا الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن شیئا الا طرف الایة والحرف ونحو ذلك.“

ترجمہ: ”یعنی اکثر اہل علم جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین اور بعد کے علماء مثلاً سفیان ثوری ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد واسحق رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سب یہ فرماتے ہیں کہ حیض والی عورت اور جنابت والے مرد قرآن سے کچھ نہ پڑھیں الا یہ کہ آیت کا معمولی سا حصہ ہو۔“

معارف السنن میں محدث العصر علامہ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”ذهب الجمهور وابوحنیفة والشافعی واحمد واکثر العلماء والائمة الی منع الحائض والجنب عن قراء ة القرآن قلیلها وکثیرها.“ (معارف السنن: ۱/٤٤٥)

کہ جمہور ائمہ و اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ حائضہ عورت قرآن نہیں پڑھ سکتی۔

تو محترمہ کا یہ نظریہ جہاں ایک طرف صراحۃً احادیث اور جمہور علماء وائمہ کے مذہب کے خلاف ہے دوسری طرف یہ نظریہ اختیار کرنا علانیۃً قرآن کی بے ادبی ہے کہ قرآن جیسی مقدس کتاب کا کوئی ادب نہیں کہ ہر پاک وناپاک شخص اس کو پڑھے ہاتھ

لگائے حالانکہ صراحتہً ارشاد باری موجود ہے ﴿ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ ﴾ (سورۃ الواقعہ: ۷۹) کہ اس کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

⑨ عورت امامت کر سکتی ہے

محترمہ کا نظریہ ہے کہ نفل نمازوں خصوصاً صلوۃ التسبیح میں جماعت کا اہتمام کرنا جائز ہے اور عورت امامت کر سکتی ہے۔

حالانکہ عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں کراہت سے خالی نہیں ہے۔ محترمہ اپنے اس نظریہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کے قول کو نقل کرتی ہیں کہ انہوں نے امامت کروائی جبکہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتی ہیں:

"لا خير فی جماعة النساء."

(مجمع الزوائد: ۱/ ۱۵۵، اعلاء السنن: ٤/ ٢١٤)

تَرجَمہ: "کہ عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں۔"

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا ارشاد ہے: "لا يؤم المراة" (اعلاء السنن: ۱/ ۸۶)

کہ عورت امامت نہ کرے۔ اس روایت میں عورت کو مطلقاً امامت کرنے سے منع کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ عورت کو امام بننے کی اجازت نہیں ہے نہ وہ مردوں کے امام بننے کے قابل ہے اور نہ ہی عورتوں کی امامت کر سکتی ہے۔

(اعلاء السنن: ۴/ ۲۱۵)

چنانچہ خیر القرون میں بھی اس پر عمل رہا اور عورتوں کی اجتماعی نماز کے اہتمام کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ جزوی طور پر بعض صحابیات کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے عورتوں کی جماعت کروائی تو ان کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ ان کا ایسا کرنا یا تو عورتوں کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا یا بیان جواز کے لئے تھا

مستقل معمول نہ تھا پھر اس قسم کی روایات ابتدائے اسلام میں تھیں بعد میں منسوخ ہوگئیں۔

جیسا کہ بذل میں ہے:

"ویروی فی ذلک احادیث ولکن کانت فی ابتداء الاسلام ثم نسخت." (بذل: ۳۲۱/۱)

اسی طرح حاشیہ ہدایہ میں ہے:

"وحمل فعلها (ای عائشة رضی اللّٰه عنها الجماعة علی ابتداء الاسلام قال فی الفتح الحاصل انه منسوخ."(۱۹۳/۱)

لہٰذا عورتوں کی جماعت اور عورتوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

مزیں برآں یہ کہ محترمہ صلوۃ التسبیح وغیرہ نفل نمازوں میں جماعت کے اہتمام کی ترغیب دیتی ہیں جبکہ احناف کے نزدیک تراویح کے علاوہ کوئی نفل نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے کہ مرد حضرات بھی کوئی نفل نماز پورے اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا نہیں کرسکتے۔ ہاں اتنی گنجائش ہے کہ دو تین آدمی خفیہ طور پر باجماعت نفل نماز ادا کرلیں تو کوئی حرج نہیں۔

تو جب مردوں کے متعلق یہ حکم ہے جب کہ ان کو فرض نماز باجماعت پڑھنے کا حکم تاکیداً کیا گیا ہے تو عورتیں جن کے متعلق احادیث نبوی میں ہے کہ ان کی سب سے بہترین نماز وہ ہے جو جتنا زیادہ پردے میں ہو ان کے لئے اس کا اہتمام کرنا اور باقاعدہ جمع ہونا اور نفل نماز صلوۃ التسبیح وغیرہ باجماعت پڑھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

(۱۰) اجماع امت کی کوئی اہمیت نہیں

محترمہ کے نزدیک اجماع امت کی اہمیت نہیں اسی وجہ سے بہت سے ایسے مسائل کا دعویٰ کرتی ہیں جو سراسر اجماع امت کے خلاف ہیں۔

حالانکہ اجماع امت شریعت کی چار دلیلوں میں سے تیسری اہم شرعی دلیل و حجت ہے اور اجماع امت کا دلیل و حجت ہونا اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا صراحۃً قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ ﴾ (النساء: ۱۱۵)

تَرجَمہ: ''اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کے لئے امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں دو چیزوں کو جرم عظیم اور دخولِ جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی چیز مخالفتِ رسول۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے قول یا عمل یا کسی طریقے کی مخالفت کرنا اور ظاہر ہے کہ رسول کی مخالفت کفر اور بہت بڑا وبال ہے دوسری چیز کہ جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے اور دخول جہنم کا ذریعہ ہے یہ آیت حجیت اجماع کی واضح دلیل ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس شرعی چیز پر شرائط شرعیہ کے مطابق ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور جس طرح قرآن وسنت کے احکام کی مخالفت بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح اجماع امت کی مخالفت بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی مخالفت دونوں کا ایک ہی آیت میں ایک ہی حکم بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ اجماع امت کی حجت

ہونے کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے آپ نے تین دن کی مہلت مانگی اور ہر روز تین مرتبہ ختم قرآن کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے ذہن میں اجماع امت کے حجت ہونے کے لئے یہ آیت ذہن میں آئی تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع امت کی حجت کے لئے یہ دلیل کافی ہے۔

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة وید اللّٰہ علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار." (رواہ الترمذی، مشکوۃ: ص ۳۰)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ جہنم میں اکیلا ہوگا۔"

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ امت کے علماء کا اجماع سراسر ہدایت ہے کہ حضور ﷺ کی امت کا کسی بھی ایسی بات پر اجماع نہیں ہوسکتا جو گمراہی اور غلط ہو بلکہ جس چیز پر بھی امت کے علماء کا اجماع ہوگا اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا کہ اللہ امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرسکتا۔

ملا علی قاری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"قال المظهر فی الحدیث دلیل علی حقیقة اجماع الامة ای لا یجتمعون علی خطأ او معصیة. والمراد اجماع العلماء منهم لا عبرة باجماع العوام." (مرقاۃ: ۲۴۹/۱)

ترجمہ: "علامہ مظہر بیان فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اجماع امت کے حق ہونے پر دلیل ہے کہ میری امت کسی غلط اور گناہ کے کام پر جمع

نہیں ہوسکتی اور مراد اس سے علماء کا اجماع ہے عوام کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں۔"

محترمہ کا اجماع امت کو اہمیت نہ دینا اور بہت سے مسائل میں اجماع امت کے خلاف اپنا ذاتی نظریہ اپنانا صراحۃً قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور اس بات کے مترادف ہے کہ چودہ سو سال سے صحابہ و تابعین و فقہاء مجتہدین نے جس بات پر اتفاق کی ہے وہ سب غلط ہے اور محترمہ کا نظریہ صحیح ہے۔

(۱۱) صحابہ کرام پر تنقید

موصوفہ نے اپنے درس قرآن کے دوران بعض مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مقدس جماعت کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

مثال کے طور پر پردہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے موصوفہ کہتی ہیں کہ آج کل مرد عورتوں کو بہت زیادہ گھورتے ہیں اور ٹکٹکی باندھ کر عورتوں کی طرف گھورتے رہتے ہیں۔ اس کا صحیح مشاہدہ سگنل پر ہوتا ہے جب سگنل پر گاڑی رکتی ہے تو بس میں بیٹھے ہوئے مرد وغیرہ عورتوں کو گھورتے ہیں (یعنی اس میں مردوں کے اس فعل کو کافی برا بیان کیا گیا ہے) پھر آگے چل کر بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی عورت کی طرف دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے کو وہاں سے موڑ دیا اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد موصوفہ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہتی ہے "وہی سگنل والا دیکھنا" یعنی گویا حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے آج کل بے حیا مرد عورتوں کو گھورتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔

اندازہ کیجئے کہ ایک صحابی رسول کے متعلق ایسی سوچ ایسی فکر و نظریہ الامان والحفیظ

اور نمونہ کے طور پر یہ ایک مثال لکھی گئی ہے ورنہ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جس میں صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

جبکہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بعد انسانیت کی سب سے مقدس جماعت صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ہے۔ یہ مقدس جماعت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور امت کے درمیان اللہ کا منتخب کردہ واسطہ ہیں۔ اس واسطہ کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آ سکتا ہے اور نہ رسالت اور نہ قرآن وسنت کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہوسکتا ہے یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل کرنے والے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشہ میں پھیلانے والی جماعت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان صحابہ کرام کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت کا جو شرف حاصل ہوا ہے پوری امت کے اعمال حسنہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرا تصور کیجئے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی دو رکعتیں جو انہوں نے سرور کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ادا کی ہیں کیا پوری امت کی نمازیں مل کر بھی ان دو رکعتوں کے برابر ہو سکتی ہیں اور اس جانثاری و قربانی اور کامل اتباع وصحبت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وجہ سے قرآن ان کے متعلق اعلان کر چکا ہے "رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ" کہ اللہ ان سے راضی وہ لوگ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اس لئے اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سے بدگمانی رکھنا ان کو برا بھلا کہنا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور شریعت الٰہیہ سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔

(۱۲) تقلید شرک ہے

محترمہ اپنے بیانات اور تحریرات میں برملا اس کا اظہار کرتی ہیں کہ آپ کسی ایک امام کی رائے کے پابند نہیں جس امام کی رائے آسان معلوم ہوا سے لے لیں۔ حدیث میں ہے آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔

جبکہ تقلید قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین سے ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے سب اعلیٰ درجہ کے عالم نہ تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو ہر قسم کے مسئلہ کا علم ہوتا تھا، کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، بلکہ اعلم (زیادہ جاننے والے) اور افتاء کا کام کرنے والے چند صحابہ تھے کہ بقیہ صحابہ کرام اپنے پیش آمدہ مسائل میں ان ہی کی طرف رجوع کرکے ان کے بتلائے ہوئے مسئلہ کی تقلید کیا کرتے تھے، اسی طرح یہ سلسلہ تابعین تبع تابعین کے زمانہ میں بھی رہا بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

محترمہ کے اس نظریہ کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ صحابہ اور تابعین میں مشرک تھے کہ وہ تقلید کرتے تھے اور اللہ نے قرآن میں جو حکم دیا ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾﴾ (النحل: ٤٣) یہ بھی گویا نعوذ باللہ شرک کا حکم دیا کہ اس آیت میں اللہ نے پوچھنے اور تقلید کرنے کا حکم دیا ہے اور تقلید تو محترمہ کے ہاں شرک ہے۔

لہٰذا محترمہ کے اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں امت مسلمہ کی اکثریت جو ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کرتی رہی ہے، جس میں صحابہ و تابعین، تبع تابعین، جمہور سلف صالحین اور بزرگان دین بھی ہیں، گویا کہ یہ سب مشرک ہیں (نعوذ باللہ من ذلك) اور صرف محترمہ اور اس کے ہمنوا ہی موحدین رہ گئے ہیں۔ بلکہ اس نظریہ سے محترمہ خود بھی مشرک ہوجاتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ بات کسی سے سنی ہوگی یا پڑھی ہوگی اور پڑھ کر یا سن کر اس کو مان لیا اور آگے بیان کیا تو گویا اپنے اس جملہ میں انہوں نے کسی اور کی تقلید کی ہے اور بقول ان کے تقلید شرک ہے تو محترمہ بھی کسی شخص کی تقلید کرنے کی وجہ سے مشرک ہوگئی ہیں۔

دین خواہشات کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ دین خالصۃً اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نام ہے اور آج کے زمانہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کئے بغیر ناممکن ہے۔ کہ صحابہ وتابعین کے زمانہ

میں مطلقاً تقلید موجود تھی مگر چونکہ وہ زمانہ خیر القرون کا تھا لوگوں میں دین پر عمل کرنے کا شوق اور خدا پرستی غالب تھی اس لئے اس زمانہ میں تقلید شخصی (کسی ایک متعین امام کی رائے پر عمل کرنا) اور تقلید مطلق دونوں پر عمل ہوتا رہا پھر جوں جوں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے دوری ہوتی گئی خدا کا خوف اور شریعت کے احکامات کی عظمت لوگوں کے دلوں سے کم ہوتی گئی۔ غرض پرستی اور خواہش پرستی لوگوں پر غالب آنے لگی تو امت کے نباض علماء نے دکھتی رگ کو پکڑ کر کہ کہیں دین خواہش پرستی کا مجموعہ نہ بن جائے تقلید کو تقلید شخصی میں منحصر کر دیا اور ہوتے ہوتے تقلید شخصی کے وجوب پر امت کا اجماع منعقد ہوگیا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو احکام شریعت کھلونا بن جاتے اور ہر ایک اپنے مطلب اور خواہش کے موافق عمل کرتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں:

"وبعد الماتين ظهر فيهم المتذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فى ذلك الزمان."

تَرجَمہ: "یعنی دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہوگیا۔ اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی واجب اور ضروری تھا۔"

مختصر یہ کہ اگر یہ اجازت ہو جائے کہ جب چاہے عمل کے لئے کسی ایک امام کے قول کو اختیار کرے تو اس صورت میں احکام شرعی کی پابندی نہ ہوگی بلکہ نفس کا اتباع ہوگا اور اس کا نفس جو پسند کرے گا اس پر عمل کرے گا، مثلاً ایک سال امام شافعی کی پیروی کر کے مینڈک کو حلال سمجھے گا اور اس کو کھائے گا اور ایک سال امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی پیروی کر کے مینڈک کو حرام قرار دے کر قرآن کی آیت کا مصداق ہوگا جو کفار کے متعلق نازل ہوئی ﴿يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا﴾ کہ ایک

سال یہ کفار ایک چیز کو حلال کر لیتے ہیں دوسرے سال حرام کر دیتے ہیں۔ یا مثلاً وضو کرنے کے بعد خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مذہب کو اختیار کرے گا کہ وضو نہیں ٹوٹا۔ پھر اس نے بیوی کو ہاتھ لگایا تو اب امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مذہب پر ٹوٹ گیا امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مذہب پر نہیں ٹوٹا تو یہاں امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا مذہب لے لے گا۔ حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک بھی وضو نہیں رہا۔ مگر ایسے شخص کو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی کہ وہ ہر امام کے مذہب میں اپنی مطلب کی ڈھونڈ لے گا اور جو اس کے مطلب کے خلاف ہوگا اس کو نہ مانے گا۔ تو یہ اپنے آپ کو دین کے حوالہ کرنا نہ ہوگا بلکہ دین کو اپنی خواہش کے مطابق بنانا ہوگا کہ جس طرح میں چاہوں وہ دین ہو جائے۔ جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پہلے ہی پیشین گوئی فرما چکے ہیں۔ ''انتم الیوم فی زمان الھوی فیه تابع العلم وسیاتی علیك زمان یکون العلم فیه تابعا للھوی.'' (احیاء العلوم: ۱/۸۶) کہ آج تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں خواہشِ نفس علم کے تابع ہے اور تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں علم خواہشِ نفس کے تابع ہوگا۔

پھر بالآخر نہ دین رہتا ہے نہ اسلام بلکہ آدمی رفتہ رفتہ کفر والحاد تک پہنچ جاتا ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

پچیس (۲۵) برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے۔ احکام شریعت سے خروج تو اس آزادی (یعنی غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت وغیرہ چھوڑ بیٹھتے ہیں سود اور شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی دنیوی مصلحت کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ

فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بہت سے ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(اشاعت السنۃ: ج ۱۱ شمارہ: ۱۰/۲۱۱)

(۱۳) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور علمائے مجتہدین کے باہمی اختلافات کو بنیاد بنا کر از خود قرآن و حدیث سمجھنے کی ترغیب دینا

محترمہ اپنے درس کے دوران اختلافات کو بنیاد بنا کر دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ علماء دین کو مشکل بناتے ہیں آپس میں لڑتے ہیں لہٰذا اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ملے تو ضعیف حدیث پر عمل کر لیں لیکن علماء کی بات نہ لیں۔ اسی طرح تفسیر قرآن میں بہت سی جگہ جہاں صحابہ و تابعین کے اقوال اس تفسیر میں مختلف ہیں وہاں تمام اقوال سے قطع نظر کر کے از خود قرآن کے ظاہری الفاظ سے مطلب سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے انسان تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قرآن و حدیث کے اولین مخاطب حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تھے وہ براہِ راست حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیض یافتہ تھے اس لئے وہی حضرات قرآن و حدیث کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکتے تھے انہوں نے جو سمجھا ہے وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ قرآن و حدیث کے ایک ہوتے ہوئے حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مابین بے شمار مسائل میں اختلافات پیدا ہوئے اور ان چاروں مذاہب کے ائمہ اربعہ چونکہ ان ہی حضرات کے فیض یافتہ حضرات یعنی تابعین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے شاگرد

تھے اس لئے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے اقوال و مذاہب کو اختیار کیا اس لئے ائمہ اربعہ کے مسائل میں بھی اختلاف واقع ہوا اور یہ اختلاف صرف رائے کی حد تک ہوتا ہے جو محض نیک نیتی اور اخلاص پر مبنی ہوتا ہے یہ اختلاف برا نہیں بلکہ پسندیدہ اور باعث رحمت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اختلاف امتی رحمة.''

مثال کے طور پر ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک، یونانی طب ان سب کا بنیادی مقصد صحت ہے لیکن سب کے علاج کے طریقہ کار میں اختلاف ہے تو کیا یہ اختلاف مضر ہے اور برا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ اختلاف مفید ہے۔

اسی طرح اختلاف ائمہ کا حال ہے کہ سب کا اصول اور بنیادی مقاصد پر اتفاق ہے البتہ طریقہ کار میں اختلاف ہو جاتا ہے جو کہ مضر نہیں۔ اختلاف وہ برا ہے جو خود غرضی اور نفسانیت پر مبنی ہو کہ وہ اختلاف ناجائز وحرام ہے۔

یہ اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی تھا اور اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں لیکن ان سب اختلافات کے باوجود کسی صحابی نے دوسرے پر نکیر نہیں فرمائی اور دوسرے صحابہ مفسرینِ قرآن صحابہ کے اقوال کو یہ کہہ کر کہ یہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں ان کی تفاسیر کو ترک کر کے از خود قرآن وحدیث کو سمجھنے نہیں بیٹھے۔ بلکہ ان ہی حضرات و صحابہ کے اقوال پر اعتماد کیا اور یہ جو آج چار مذاہب میں ان سب کا مأخذ و مرجع ایک ہی ہے یعنی قرآن وحدیث اس لئے ان سب کو ناحق سمجھنا گویا قرآن وحدیث کو غلط سمجھنا ہے اور ان چار مذاہب کی بنیاد صحابہ کے اقوال وتشریحات ہی ہیں اس لئے یہ خیال بالکل گمراہ کن ہے۔ کعبۃ اللہ کی چار سمتیں ہیں اور ان چار سمتوں میں رہنے والے لوگ اپنی اپنی سمت کے اعتبار سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں ہر ایک سمت دوسری سے مختلف ہے مگر سب کی نمازیں صحیح ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ سمتیں اگرچہ مختلف ہیں مگر سب کا مرکز ایک ہی کعبۃ اللہ ہے اسی طرح چاروں مذاہب کا مرجع و مأخذ و بنیاد

ایک ہی ہے اور وہ قرآن وحدیث ہے کہ سب قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں لہٰذا اس نظریہ کو اپنانا اور فروغ دینا براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تنقید اور امت کو صحابہ وتابعین سے بدظن کر کے ان کو خواہش پرستی کی عظیم گمراہی میں مبتلا کرنا ہے۔

(۱۴) عوام کو علماء سے بدظن اور متنفر کرانا

محترمہ اپنے درس کے دوران بہت سے مقامات پر برملا علماء وائمہ مساجد کو ہدف تنقید بناتے ہوئے گویا ہوتیں ہیں کہ ان مولویوں نے آج دین کو مشکل بنا دیا ہے اور آپ کو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں، مدارس میں وقت ضائع کیا جاتا ہے، عربی گرائمر پڑھانے اور فقہی نظریات پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آج اس فتنہ وفساد کے دور میں دین کی تھوڑی بہت جھلک اور دین پر عمل کرنے کا جوجذبہ وشوق باقی ہے اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ ان ہی مدارس اور مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کی جدوجہد ومحنت کا ثمرہ ہے، علماء اپنی تمام مساعی بروئے کار لاتے ہوئے اہل وعیال گھر بار کی پرواہ کئے بغیر دن رات امت کی ہدایت، اصلاح وتربیت کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور امت کے پیش آمدہ مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں آسان سے آسان حل نکال کر امت کے سامنے پیش کرتے ہیں، جبکہ ان کو عوام سے کسی قسم کی کوئی دنیوی غرض نہیں، بے لوث ہوکر عوام کی دینی خدمت کرتے ہیں۔ عوام کے سامنے قرآن وحدیث کی صحیح تشریح بیان کرتے ہیں۔ جن کے متعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے فرما چکے ہیں "العلماء ورثة الانبیاء" کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

اور جن سے اللہ بھلائی کا ارادہ فرما چکے ہیں کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین." (مشکوۃ: ۳۲)

ترجمہ: ”کہ جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔“

اور جن کے بارے میں حق تلفی کرنے والے کو حضور ﷺ نے منافق قرار دیا ہے، وہ طبقہ جن کے فضائل پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق یہ نظریہ رکھنا اور اس کو فروغ دینا سوائے اسلام دشمنی کے کچھ نہیں کہ جب عوام کو علماء سے متنفر کیا جائے گا لوگ علماء کے پاس نہیں جائیں گے اور ہر آدمی قرآن وحدیث کو از خود سمجھ کر ان سے مسائل دریافت کرنے سے قاصر ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں لوگ ایسے لوگوں کی طرف ہی رجوع کریں گے جن لوگوں نے قرآن وحدیث کا ظاہرا نام لے کر اور قرآن وحدیث کی خود ساختہ تشریح کر کے بموجب حدیث ”فضلوا و اضلوا“ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ محترمہ عوام کو علماء سے اس لئے بھی بدظن کرتی ہیں کہ اگر عوام علماء کے پاس جائیں گے تو وہ عوام کو محترمہ کے گمراہ کن باطل نظریات سے آگاہ کریں گے جس کی بنا پر ان سے عوام کا رجوع ختم ہو جائے گا۔ سابقہ مختصر ذکر کی گئی حدیث تفصیلاً اس طرح ہے:

”عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ان اللّٰه لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه عن العباد ولكن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جها لا فسئلوا فافتوا بغیر علم، فضلوا واضلوا.“ (مشکوۃ: ۳۳)

ترجمہ: ”کہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے نہیں اٹھائیں گے کہ اپنے بندوں سے چھین لیں لیکن علم ختم ہوگا علماء کے ختم ہونے سے حتی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں رکھیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے پھر ان سے مسائل پوچھے جائیں گے پس وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ

ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

امت محمدیہ پر یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے کہ ہر زمانہ میں علمائے حقانی کی ایک صحیح جماعت موجود ہوتی ہے جو قرآن وحدیث کی صحیح طور سے خادم اور اس کی حفاظت کرنے اور صحیح دین کو پھیلانے والی، ہر زمانہ میں پیدا ہونے والی دوسری غلط چیزوں کو دین سے دور کر کے اسلام کو افراط وتفریط سے پاک رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ، ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین.''

(مشکوۃ: ٣٦)

ترجمہ: ''ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک (یعنی ثقہ اور معتمد) لوگ اس علم کو حاصل کریں گے اور وہی لوگ اس علم کے ذریعہ (آیات واحادیث) میں حد سے گزرنے والوں کی تحریف اور باطلوں کی افتراء پردازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔''

عوام الناس کے لئے دعوت فکر واصلاح

مسلمان بھائیو......! ذرا توجہ فرمایئے......!

یہ دور جس سے ہم اور آپ اور پوری مسلم دنیا اس وقت گزر رہی ہے انتہائی پرفتن دور ہے کہ ہر آن، ہر گھڑی کسی نہ کسی قسم کے فتنوں کو اٹھایا جا رہا ہے، ابھی ایک فتنہ ختم نہیں ہونے پاتا کہ دوسرے فتنہ کی داغ بیل پڑ چکی ہوتی ہے اور وہ فتنہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے اور ان سارے فتنوں کا مرکز یہود ونصاری اور ان کی سازشیں ہیں کہ جب یہود ونصاری نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس بات کو دیکھ لیا کہ جتنے بھی حیلہ اور تدابیر اختیار کر لئے جائیں ہمارا مذہب اسلام اور مسلمانوں کو ختم وملیا میٹ کرنے کا خواب

شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا تو وہ آپس کے صلاح مشورے سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب صرف مسلمان کو نام کا مسلمان باقی رکھا جائے اور اس کو اتنا معلوم ہو کہ میں مسلمان ہوں اور یہ کہ میرے باپ دادا مسلمان تھے، باقی ان کا رہن سہن معاملات، معاشرت، معیشت، تجارت، زراعت سب کفار کے طریقوں پر ہو۔ ان کے اندر سے مذہب اسلام کی روح نکل جائے تاکہ ان کے ساتھ ان کے خالق و مالک کی وہ نصرت و مدد جس کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ غالب اور کفار مغلوب رہتے تھے ختم ہو جائے، پھر اس کے بعد ہمارے لئے ان کو اپنا زیردست بنانا اور اپنے لئے آلہ کار بنانا کوئی مشکل نہیں ہوگا، کہ وہ نام تو اسلام کا لے رہا ہوگا لیکن وہ ہمارا ایجنٹ ہوگا، ہمارے لئے کام کر رہا ہوگا، ہمارے مفادات کے لئے استعمال ہو رہا ہوگا، خواہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر، اور اس کام کے لئے انہوں نے مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ پیدا کئے، ایسی جماعتیں پیدا کیں جنہوں نے یہود و نصاریٰ و کفار کی سازشوں کا آلہ کار بن کر مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت میں تفریق پیدا کی، مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے نام پر گمراہ کیا، مسلمانوں کو صحابہ و تابعین سے متنفر و بدظن کیا اور اس جیسے دوسرے فتنوں کے لئے استعمال ہوئے اور اپنی اس سازش میں یہود و نصاریٰ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے، اور اس پرفتن دور میں جہاں اور بہت سے فتنے نمودار ہوئے وہاں ایک بڑا فتنہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح مذہبی آزادی مل جائے، جس کے بعد جس طرح چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں۔ لیکن اسلام کی رسی کو جوں کا توں گلے میں ڈال کر یہ مذہبی آزادی حاصل نہیں ہوسکتی تھی اور نہ علی الاعلان مذہب کو خیر باد کہا جا سکتا تھا، لہٰذا اس مذہبی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک نے اپنے آپ کو دین اسلام کا خیر خواہ اور خادم ظاہر کرتے ہوئے خدمت اسلام کے نئے روپ اختیار کئے کہ ہم اسلام کے خادم اور خیر خواہ بن کر مشہور ہوں، لیکن در پردہ ان کا مقصود صرف اور صرف یہ رہا کہ کس طرح سے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات سے غافل کر کے ان کو مذہبی بے راہ

روی پر لایا جائے۔ اس مقصد کے لئے کسی نے اسلام کے اصول ومبادی کا انکار کیا، کسی نے صحابہ جیسی مقدس جماعت پر تبرا کیا، کسی نے نبوت کا دعوی کر کے زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی، کسی نے تمام احادیث نبویہ وسنت رسول ﷺ کو غیر ضروری قرار دے کر صرف قرآن کو اپنا مقصود بنایا، کسی نے یہ دعوی کیا کہ قرآن دانی وحدیث فہمی کے لئے کسی قسم کے علم وفہم کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہر کس وناکس اس کو سمجھ سکتا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''الہدی انٹرنیشنل'' ہے، جس کی بانی ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی ہے، جنہوں نے عورتوں میں دین کے نام پر بے دینی اور تفسیر کے نام پر تحریف کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

مسلمانو......! آپ کو ان کے نام الہدی سے دھوکہ لگا ہے کہ وہ ہدایت کے لئے محنت کر رہی ہیں۔ حالانکہ اگر آپ انصاف کی نظر سے سوچیں گے تو یہ بات آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ یہ ہدایت کی محنت نہیں بلکہ ہدایت کے نام پر گمراہی کا پرچار ہے۔ قرآن وسنت کے درس کے نام پر لوگوں کو قرآن وسنت کی اصل تعلیمات سے بیزار کرنا ہے، لوگوں کو نفس وخواہش کا غلام بنانے اور اللہ کے احکامات کی پابندی سے نکال کر انسانوں کی غلامی میں مبتلاء کرنے کی ایک زبردست سازش ہے۔

لہذا......وہ شخص جس کا نظریہ قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہو کیا وہ قرآن کا خادم ہو سکتا ہے......؟

جو قرآنی آیات کو صحابہ وتابعین کے اقوال اور مفسرین کی تفاسیر سے سمجھنے کے بجائے اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرے کیا وہ درس قرآن دینے کا اہل ہو سکتا ہے......؟

جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم پر کھلم کھلا تنقید کرے، گناہ کبیرہ کی نسبت ان کی طرف کرے کیا اس کا دین وایمان محفوظ رہ سکتا ہے......؟

جو تقلید کو شرک کہہ کر براہ راست قرآن کریم واحادیث نبویہ وافعال صحابہ وتابعین کا انکار کرے اور گویا پچھلی تمام امت مسلمہ کو مشرک قرار دے...... کیا وہ خود موحد باقی رہ سکتا ہے......؟

جو اجماع امت کے خلاف نظریہ اپنا کر تمام امت کے اجماعی مسئلہ کو جھٹلائے ...... کیا اس کا نظریہ صحیح ہو سکتا ہے......؟

جو امت کو خدا کے احکامات کی پابندی سے نکال کر نفس وخواہش کی آزادی میں مبتلا کرنا چاہے...... کیا وہ ہدایت کی تعلیمات کا معلم بن سکتا ہے......؟

جو یہ کہے کہ قضا نمازوں کی شرعا کوئی حیثیت نہیں اور اس نظریہ کا لوگوں کے سامنے برملا اظہار کر کے عوام کے دل سے فرض نمازوں کی اہمیت کم کرے اور ان سے غافل کرے کہ پڑھ لی تو پڑھ لی ورنہ توبہ واستغفار کافی ہے اور نماز جیسا مہتم بالشان عمل جو کسی حالت میں بھی معاف نہیں ...... اس کے متعلق یہ نظریہ رکھے...... کیا اس کا درجہ ضال مضل (خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا) سے کم ہو سکتا ہے......؟

جو مسلمان عورت کو اتنی آزادی دے کہ عورت بلا ضرورت بھی گھر سے باہر نکل سکتی ہے، چہرہ کا کوئی پردہ نہیں، عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے، اس کا کزنوں اور بہنوئی وخالو وغیرہ سے پردہ نہیں، وہ مسجدوں میں آ جا سکتی ہے، وہ بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے......؟ تو کیا یہ بات ممکن نہیں کہ وہ اس بے حیائی کو فروغ دینے میں یہود ونصاریٰ کی ایجنٹ اور آلہ کار ہو......؟

جو ورثۃ الانبیاء کی جماعت علماء پر کھلم کھلا تنقید کرے ان پر طعن وتشنیع کرے، ان کے طرز تعلیم کو فضول گردانے جبکہ آج امت کے تمام مسائل کا آسان حل صرف علماء کے پاس ہے، اس کے باوجود امت کو علماء سے متنفر کرے...... تو کیا یہ امت کا بھلائی اور خیر خواہی سوچنا ہے یا ان کو علماء سے متنفر کر کے تباہی وبربادی کے گڑھے میں پہنچانا ہے......؟

جو دین حاصل کرنے، دین کو سمجھنے، قرآن و حدیث کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے کسی سند اور واسطہ کی ضرورت کو محسوس نہ کرتا ہو...... جبکہ بغیر سند کے دین کا وجود ہی مشکوک ہے...... اور تفسیر قرآن کرنے سے پہلے اس کے ضروری علوم کے نام سے بھی واقف نہ ہو...... اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے اس کے ماہرین علمائے کرام کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ہتک سمجھتا ہو...... اور اس کے سمجھنے کے لئے قرآن و حدیث کے دشمن یہود و نصاری کی طرف رجوع کرنے...... اور ان سے اس کی تعلیم حاصل کرنے کو اپنے لئے باعث افتخار و شرافت جانتا ہو...... تو ایسا شخص کیا قرآن و سنت کا عاشق ہوگا یا دشمن......؟ درس قرآن کے نام پر قرآنی تعلیمات کو فروغ دینے والا ہوگا یا یہود و نصاری کے نظریات کو......؟ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے والا ہوگا یا یورپ کی تعلیمات سے......؟ لوگوں کو احکام شرع کا پابند بنانے والا ہوگا یا بے حیائی اور نافرمانی میں مبتلا کرنے والا......؟ الہدیٰ کے نام پر لوگوں کو ہدایت والے راستہ پر ڈالنے والا ہوگا یا گمراہی والے راستہ پر......؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو......

ان تمام باتوں کو انصاف کی نظر سے دیکھیں تو غور و فکر کرنے کے بعد اور قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات جاننے کے بعد فیصلہ آپ کیجئے کہ آپ کس سمت جارہے ہیں...... آپ کون سے راستہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں...... کہیں آپ اسی کو قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات سمجھ کر قرآن و حدیث کے خلاف عمل کر کے اپنے پیدا کرنے والے کو ناراض تو نہیں کر رہے ہیں...... کہیں آپ مسلمان ہونے کے باوجود یہود و نصاری کے نظریات کو تو فروغ نہیں دے رہے...... کہیں آپ لاشعوری طور پر ان کے آلہ کار بن کر تو استعمال نہیں ہو رہے...... کہیں آپ ہدایت کی طلب میں گمراہی تو حاصل نہیں کر رہے...... کہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے کی فکر میں اس کی ناراضگی تو

مول نہیں لے رہے...... آپ رحمان کے راستہ پر چل رہے ہیں یا شیطان کے راستہ پر ......؟ آپ قرآنی احکامات کی پابندی کر رہے ہیں یا نفس وخواہشات کے جذبات پر عمل کر رہے ہیں......؟

ان تمام باتوں کا فیصلہ اور جواب کسی عالم اور مفتی سے پوچھنے کے بجائے آپ اپنے ضمیر سے پوچھئے ...... ذرا اپنے ضمیر کو جھنجھوڑیئے ...... اگر آپ کا ضمیر واقعی سچی ہدایت کا طالب ہے تو آپ کا ضمیر آپ کو پورے وثوق کے ساتھ اس بات کی گواہی دے گا ...... بلکہ آپ کا ضمیر آپ کو پکار پکار کر کہے گا کہ جس طرف تم جا رہے ہو یہ ہدایت نہیں بلکہ ہدایت کے نام پر گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش ہے۔

امت مسلمہ کے تمام افراد پر لازم ہے کہ اگر غلطی سے اس گمراہی کے جال میں پھنس گئے ہوں تو اب بھی وقت ہے توبہ کر لی جائے۔ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور صحیح دین حاصل کر کے اس کو سیکھ کر اس پر عمل کیا جائے ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دین کے نام پر بے دینی کے سیلاب میں بہہ جائیں ...... ہمیں خبر بھی نہ ہو اور دشمن اپنی چالوں میں کامیاب ہو جائے ...... دین کے نام پر ہر اٹھنے والی آواز کی طرف بلا تحقیق متوجہ نہیں ہونا چاہئے ...... بلکہ صحیح دین وہی ہے جو آپ کو مخلص علماء اولیاء، اتقیاء سے حاصل ہوگا۔ اس لئے اپنے تمام مسائل میں علمائے حقانی کی طرف رجوع ضروری ہے، جبھی ہم فلاح ورشد کو پہنچ سکتے ہیں ورنہ ہمارے بھٹکنے کا خطرہ اور اندیشہ ہے۔

اللہ رب العزت مجھے اور تمام امت مسلمہ کو صحیح دین سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ...... آمین۔

ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کو دعوتِ فکر

یہ دین متین اللہ رب العزت کا نازل کردہ دین ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود ہی لی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ (الحجر: ۹)

اور ہر زمانہ کے اعتبار سے اللہ رب العزت نے اس دین کی حفاظت اور اس دین کی خدمت کا غیبی انتظام فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت موجود رہی جنہوں نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے دین کی خدمات سر انجام دیں اور امت کے پیش آمدہ مسائل کا قرآن وحدیث سے حل نکال کر آسان انداز میں امت کے سامنے پیش کیا اور یہ تمام جماعتیں جن سے اللہ نے اپنے دین کا کام لیا ان سب کے اندر قدر مشترک یہ بات رہی کہ دین کی تشریح اور توضیح میں ان سب نے اپنے اکابرین سلف صالحین صحابہ تابعین کی تعلیمات پر مکمل اعتماد کیا اور اپنے ہر قول وفعل میں اپنے اکابرین کے محتاج ہوئے کیونکہ یہ دین ایک واسطہ اور سلسلہ سے ہم تک پہنچا ہے کہ اگر اس واسطہ اور سلسلہ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تو دین کی بنیادیں متزلزل ہوکر رہ جائیں گی اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جن لوگوں نے سلف صالحین صحابہ وتابعین کی تعلیمات ان کے اقوال پر اعتماد کئے بغیر اور ان کے طریقہ کار سے ہٹ کر اپنے طور سے دین کی خدمت کرنے اور قرآن و حدیث کی تشریح کرنے کا دعوی کیا تو خواہ وہ اپنی اس کوشش میں انتہائی درجہ کے مخلص کیوں نہ ہوں لیکن اپنی اس کوشش میں ان کو سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہ ہوا (اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں) تو آج کے اس پرفتن دور میں جبکہ ہم عہد نبوی سے بہت دور ہو چکے ہیں، گمراہی اور ضلالت عام ہو چکی، یہود ونصاری کی مستقل کوشش اور سازش ہے کہ کسی طریقہ سے مسلمانوں کو ان کے علماء اولیاء سلف صالحین، صحابہ وتابعین سے متنفر کر کے قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے ان کو غافل کر کے ان کو مذہبی آزادی کے نام پر مذہبی بے راہ روی پر لایا جائے اور بہت سے مسلمان لاشعوری طور پر اور کچھ مسلمان شعوری طور پر ان کی اس سازش کا شکار ہوکر خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں اس لئے آج کے دور میں بھی سلف

صالحین کی تعلیمات پر اعتماد کئے بغیر اور ان کے ساتھ اپنے سلسلہ کو جوڑے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ورنہ سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

آخر میں ڈاکٹر صاحبہ سے ایک مرتبہ پھر ہمدردانہ گزارش

اس لئے ڈاکٹر صاحبہ سے ہماری گزارش ہے کہ اپنے اس سلف بے زاری کے طریقہ کار اور نظریات پر غور وفکر کریں اور نظر ثانی کریں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ دین کی خدمت کرنا چاہتی ہیں، قرآن و حدیث کو عام کرنا چاہتی ہیں، لوگوں میں ہدایت کی محنت کرنا چاہتی ہیں، ان کو گمراہی کے اندھیرے سے نکالنا چاہتی ہیں، دین کو آسان بنانا چاہتی ہیں، عوام کا تعلق اللہ سے جوڑنا چاہتی ہیں، لیکن آپ ذرا انصاف کی نظر سے خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا استحضار کرتے ہوئے سوچیے کہ اپنے اس طریقہ سے آپ دین کی خدمت کر رہی ہیں یا یہود ونصاری کی......؟ قرآن وحدیث کو عام کر رہی ہیں یا قرآن وحدیث کی تعلیمات سے لوگوں کو غافل......؟ ہدایت کی محنت کر رہی ہیں یا گمراہی کی......؟ دین کو آسان بنانے کی فکر میں کہیں امت کو آزادی میں تو مبتلا نہیں کر رہی ہیں۔ عوام کا تعلق اللہ سے جوڑنے کی فکر میں کہیں عوام کو صحابہ تابعین وسلف صالحین کی جماعت سے متنفر تو نہیں کر رہی......؟ الزام تراشی مقصود نہیں کہ آپ یہ سارے کام شعوری طور پر کر رہی ہیں ہوسکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ کام آپ سے کسی غلط فہمی کی بناء پر ہورہے ہوں یا کوئی غیر مرئی طاقت درپردہ آپ سے یہ کام کروارہی ہو اور آپ کو خبر بھی نہ ہو۔

علماء کو آپ کی ذات یا آپ کی جنسیت (عورت) سے کوئی دشمنی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا بھی عورت تھیں اور دین کا ایک تہائی حصہ امت تک حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے پہنچا ہے اور آج کے زمانہ میں بھی کتنی عورتیں ہیں جو کہ صحیح طور پر دین کا کام کر رہی ہیں کبھی علماء نے ان کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی علماء کو اپنی

دکان چمکانے کی کوئی فکر ہے یا اپنے بارے میں ان کو آپ سے کسی قسم کے نقصان کا خطرہ ہے اور نہ ہی ان کا کوئی اپنا روایت کردہ اسلام ہے بلکہ یہ وہی کہتے ہیں جو قرآن و حدیث اور چودہ سو سال کی امت مسلمہ کہتی اور سنتی چلی آئی ہے، یہ تمام باتیں آپ کی غلط فہمیاں ہیں ان علماء کو نہ کسی سے کوئی غرض ہے نہ ہی کوئی مفاد۔ علمائے کرام اگر اس قسم کے فتنوں کی نشاندہی نہ کریں تو حدیث نبوی ﷺ "یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله، ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین" کا کیا مطلب ہوگا......؟ آپ کا ارشاد جھوٹا ہو جائے گا، علماء اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس قسم کے فتنوں کی نشاندہی کرتے ہیں، علماء کو آپ کی ذات سے کوئی دشمنی نہیں۔

اس لئے ہم آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ کے دین کی خدمت کرنے کا جذبہ سر آنکھوں پر......لیکن صحیح دین کو اس کے ماہرین سے سیکھ کر اور با قاعدہ اپنا سلسلہ اس فن کے ماہرین سے جوڑ کر ان کی تربیت میں رہ کر علماء کو اعتماد میں لے کر تشریح بیان کریں، آپ کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں حق بات بیان کرنے کی اور آپ کو حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے......آمین۔
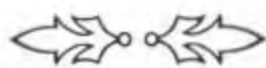
اسلام آباد سے ایک خاتون کا استفتاء اور اس کے مندرجات

استفتاء

حضرت جناب مفتی صاحب زیدت معالیہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائلہ نے اسلام آباد کے ایک ادارے ''الہدی انٹرنیشنل'' سے ایک سالہ ڈپلومہ کورس ان اسلامک سٹڈیز (One year diploma course in i.s) کیا ہے۔ سائلہ اس ادارے میں طلب علم کی جستجو میں گئی تھی اور ان کے خفیہ عقائد سے ناواقف تھی۔ ایک سالہ کورس کے بعد ان کے عقائد کچھ صحیح معلوم نہ ہوئے تو سوچا کہ علمائے کرام سے فتویٰ طلب کیا جائے تاکہ امت مسلمہ کی بیٹیوں تک عقائد صحیحہ کو پہنچا کر ان کو گمراہی سے بچایا جاسکے۔ ہماری استاد اور الہدی انٹرنیشنل کی نگران محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کے نظریات کا نچوڑ پیش خدمت ہے:

❶ اجماعِ امت سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کرنا۔
❷ غیر مسلم اور اسلام بیزار طاقتوں کے نظریات کی ہمنوائی۔
❸ تلبیسِ حق و باطل۔
❹ فقہی اختلافات کے ذریعے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔
❺ آسان دین۔
❻ آداب ومستحبات کو نظر انداز کرنا۔

اب ان بنیادی نکات کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) اجماعِ امت سے ہٹ کر نئی راہ اختیار کرنا

❶ قضائے عمری سنت سے ثابت نہیں۔ صرف توبہ کر لی جائے۔ قضا نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

❶ تین طلاقوں کو ایک شمار کرنا۔

❸ نفل نمازوں صلوۃ التسبیح، رمضان میں طاق راتوں خصوصاً ۲۷ ویں شب میں اجتماعی عبادت کا اہتمام اور خواتین کے جمع ہونے پر زور دینا۔

(۲) غیر مسلم بیزار طاقتوں کے خیالات کی ہمنوائی

❶ مولوی (عالم) مدارس اور عربی زبان سے دور رہیں۔

❷ علماء دین کو مشکل بناتے ہیں۔ آپس میں لڑتے ہیں۔ عوام کو فقہی بحثوں میں الجھاتے ہیں بلکہ ایک موقع پر تو فرمایا کہ اگر آپ کو کسی مسئلے میں صحیح حدیث نہ ملے تو ضعیف لے لیں لیکن علماء کی بات نہ مانیں۔

❸ مدارس میں گرائمر، زبان سکھانے، فقہی نظریات پڑھانے میں بہت وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ قوم کو عربی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ لوگوں کو قرآن صرف ترجمے سے پڑھا دیا جائے۔

ایک موقع پر کہا ان مدارس میں جو سات سات سال آٹھ آٹھ سال کے کورس کرائے جاتے ہیں یہ دین کی روح کو پیدا نہیں کرتے، بلکہ اپنے فقہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اشارہ درس نظامی کی طرف ہے۔

❹ بدنام زمانہ نام نہاد دانشور وحید الدین خان کی کتابیں طالب علموں کی تربیت کے لئے بہترین ہیں، نصاب میں بھی شامل ہیں اور سٹالز پر بھی رکھی جاتی ہیں۔ کسی نے سوال کیا کہ ان کے بارے میں علماء کی رائے کیا ہے تو کہا کہ ”حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے۔“

③ تلبیس حق و باطل

❹ تقلید شرک ہے (لیکن کون سی برحق ہے اور کس وقت...... غلط ہے یہ کبھی نہیں بتایا)۔

❷ ضعیف حدیث پر عمل کرنا تقریباً ایک جرم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ (کہ جب بخاری شریف میں صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے تو ضعیف احادیث کیوں قبول کی جائے)۔

④ فقہی اختلافات کے ذریعے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنا

❶ اپنا پیغام، مقصد اور متفق علیہ باتوں سے زیادہ زور دوسرے مدارس اور علماء پر طعن و تشنیع۔

❷ ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے بنیادی فرائض، سنتیں، مستحبات، مکروہات سکھانے سے زیادہ اختلافی مسائل میں الجھایا گیا۔ (پروپیگنڈا ہے کہ ہم کسی تعصب کا شکار نہیں اور صحیح حدیث کو پھیلا رہے ہیں)۔

❸ نماز کے اختلافی مسائل رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، ایک وتر، عورتوں کو مسجد جانے کی ترغیب، عورتوں کی جماعت ان سب پر صحیح حدیث کے حوالے سے زور دیا جاتا ہے۔

❹ زکوۃ کے بارے میں غلط مسائل بتائے جا رہے ہیں۔ خواتین کو تملیک کا کچھ علم نہیں۔

⑤ آسان دین

❶ دین مشکل نہیں۔ مولویوں نے مشکل بنا دیا ہے۔ دین کا کوئی مسئلہ کسی بھی امام

سے لے لیں۔ اس طرح ہم بھی دین کے دائرے میں ہی رہتے ہیں۔

❷ حدیث میں آتا ہے کہ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ لہٰذا جس امام کی رائے آسان معلوم ہو وہ لے لیں۔

❸ روزانہ سورۃ یٰسین پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ نوافل میں اصل صرف چاشت اور تہجد ہے۔ اشراق اور اوابین کی کوئی حیثیت نہیں۔

❹ دین آسان ہے۔ عورت کے لئے بال کٹوانے کی کوئی ممانعت نہیں۔ امہات المومنین میں سے ایک کے بال کٹے ہوئے تھے۔ (معاذ اللہ)

❺ دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پکنک پارٹیاں، اچھا لباس، زیورات کا شوق، محبت، من حرم زینۃ اللہ......

❻ خواتین دین کو پھیلانے کے لئے گھر سے ضرور نکلیں۔

❼ محترمہ کا اپنا عمل طالب علموں کے لئے حجت ہے۔ محرم کے بغیر تبلیغی دوروں پر جانا، قیام اللیل کے لئے راتوں کو نکلنا، میڈیا کے ذریعے تبلیغ (ریڈیو، ٹی وی، آڈیو)۔

⑥ آداب و مستحبات کی رعایت نہیں

خواتین ناپاکی کی حالت میں بھی قرآن چھوتی ہیں، آیات پڑھتی ہیں۔ قرآن کی کلاس میں قرآن کے اوپر نیچے ہونے کا احساس نہیں۔

⑦ متفرقات

❶ قرآن کا ترجمہ پڑھا کر ہر معاملہ میں خود اجتہاد کی ترغیب دینا۔

❷ قرآن وحدیث کے فہم کے لئے جو اکابر علمائے کرام نے علوم سیکھنے کی شرائط رکھی ہیں ان کو بے کار، جاہلانہ باتیں اور سازش قرار دینا۔

❸ کسی فارغ التحصیل طالبہ کے سامنے دین کا کوئی حکم یا مسئلہ رکھا جائے تو اس کا سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ گلی گلی، محلے محلے الہدیٰ کی برانچز کھلی ہوئی ہیں اور ہر قسم کی طالبہ خواہ ابھی اس کی تجوید بھی درست نہ ہوئی ہو آ کر دوسروں کو پڑھا رہی ہے اور لوگوں کو مسائل میں بھی الجھایا جا رہا ہے۔

گھر کے مردوں کا تعلق عموماً مسجد سے ہے (جہاں نماز کا طریقہ فقہ حنفی کے مطابق ہے) گھر کی عورتیں مردوں سے الجھتی ہیں کہ ہمیں مساجد کے مولویوں پر اعتماد نہیں۔

مطلوبہ سوالات

❶ مذکورہ بالا تمام مسائل کی شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

❷ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے اس طریقہ کار کی شرعی حیثیت نیز محترمہ کی گلاسکو یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

❸ ان کے اس کورس میں شرکت کرنا، لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور ان سے تعاون کرنے کی شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرما دیجئے۔

جزاکم اللّٰہ خیرا احسن الجزاء

مستفتیہ: مسز سیما افتخار

(One year diploma holder from "Al- Huda International Islamabad)

شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' کے متعلق جواب

الجواب حامدا و مصلیا

سوال میں جن نظریات کا ذکر کیا گیا ہے خواہ وہ کسی کے بھی نظریات ہوں، ان میں سے اکثر غلط ہیں۔ بعض واضح طور پر گمراہانہ ہیں، مثلاً اجماع امت کو اہمیت نہ دینا،

تقلید کو علی الاطلاق شرک قرار دینا، جس کا مطلب یہ ہے کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں امت مسلمہ کی اکثریت جو ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کرتی رہی ہے وہ مشرک تھی، یا یہ کہنا کہ قضائے عمری فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنے کی ضرورت نہیں صرف توبہ کافی ہے، بعض نظریات جمہور امت کے خلاف ہیں: مثلاً تین طلاقوں کو ایک قرار دینا۔ بعض بدعت ہیں: مثلاً صلوۃ التسبیح کی جماعت، یا قیام اللیل کے لئے راتوں کو اہتمام کے ساتھ لوگوں کو نکالنا، یا خواتین کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب۔ بعض انتہائی گمراہ کن ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کو صرف ترجمے سے پڑھ کر پڑھنے والے کو اجتہاد کی دعوت، یا اس بات پر لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ جس مذہب میں آسانی پائیں، اپنی خواہشات کے مطابق اسے اختیار کرلیں، یا کسی کا اپنے عمل کو حجت قرار دینا۔ اور ان میں سے بعض نظریات فتنہ انگیز ہیں۔ مثلاً علماء وفقہاء سے بدظن کرنا، دینی تعلیم کے جو ادارے اسلامی علوم کی وسیع وعمیق تعلیم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان کی اہمیت ذہنوں سے کم کر کے مختصر کورس کو علم دین کے لئے کافی سمجھنا، نیز جو مسائل کسی امام مجتہد نے قرآن وحدیث سے اپنے گہرے علم کی بنیاد پر مستنبط کئے ہیں، ان کو باطل قرار دے کر اسے قرآن و حدیث کے خلاف قرار دینا اور اس پر اصرار کرنا۔

جو شخصیت یا ادارہ مذکورہ بالا نظریات رکھتا ہو اور اس کی تعلیم وتبلیغ کرتا ہو، وہ نہ صرف یہ کہ بہت سے گمراہانہ، گمراہ کن یا فتنہ انگیز نظریات کا حامل ہے، بلکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اور اگر کوئی شخص سہولتوں کی لالچ میں اس قسم کی کوششوں سے دین کے قریب آئے گا بھی تو مذکورہ بالا فاسد نظریات کے نتیجے میں وہ گمراہی کا شکار ہوگا...... لہٰذا جو ادارہ یا شخصیت ان نظریات کی حامل اور مبلغ ہو، اور اپنے دروس میں اس قسم کی ذہن سازی کرتی ہو، اس کے درس میں شرکت کرنا، اور اس کی دعوت دینا ان نظریات کی تائید ہے جو کسی طرح جائز نہیں، خواہ اس کے پاس کسی قسم کی ڈگری ہو...... اور گلاسکو یونیورسٹی کی ڈگری بذات خود اسلامی

علوم کے لحاظ سے کوئی قیمت نہیں رکھتی ...... بلکہ غیر مسلم ممالک کی یونیورسٹیوں میں مستشرقین نے اسلامی تحقیق کے نام پر اسلامی احکام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور دین کی تحریف کا ایک سلسلہ عرصۂ دراز سے شروع کیا ہوا ہے۔ ان غیر مسلم مستشرقین نے، جنہیں ایمان تک کی توفیق نہیں ہوئی، اس قسم کے اکثر ادارے درحقیقت اسلام میں تحریف کرنے والے افراد تیار کرنے کے لئے قائم کئے ہیں، اور ان کے نصاب و نظام کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ اس کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے الا ماشاء اللہ اکثر و بیشتر دجل وفریب کا شکار ہوکر عالم اسلام میں فتنے برپا کرتے ہیں۔ لہٰذا گلاسکو یونیورسٹی سے اسلامی علوم کی کوئی ڈگری نہ صرف یہ کہ کسی شخص کے مستند عالم ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس سے اس کی دینی فہم کے بارے میں شکوک پیدا ہونا بھی بے جا نہیں۔ دوسری طرف بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے ان یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کیں اور عقائد فاسدہ کے زہر سے محفوظ رہے، اگرچہ ان کی تعداد کم ہو...... لہٰذا یہ ڈگری نہ کسی کے مستند عالم ہونے کی علامت ہے اور نہ محض اس ڈگری کی وجہ سے کسی کو مطعون کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے عقائد واعمال درست ہوں۔

مذکورہ بالا جواب ان نظریات پر مبنی ہے جو سائلہ نے اپنے استفتاء میں ذکر کئے ہیں، اب کون شخص ان نظریات کا کس حد تک قائل ہے؟ اس کی ذمہ داری جواب دہندہ پر نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴/

۱۴۲۲/۴/۲۱ھ

نیوز لائن کے انٹرویو سے اقتباسات

ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کا نیوز لائن فروری ۲۰۰۱ء کو دیئے گئے انٹرویو سے چند اقتباسات اور اس پر تبصرہ بقلم مؤلف ہدایت یا گمراہی۔

''میں علماء سے ڈکٹیشن (امداد) لینے کو تیار نہیں ہوں کہ ان کا اسلام پڑھاؤ۔''

تبصرہ: اگر علماء کا اسلام اپنی مرضی اور اپنے گھر کا ہو تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر علماء قرآن و حدیث کو ان کی عین مطلوبہ تشریح کے مطابق پیش کریں اور آپ لوگوں کی سہولت کے مطابق قرآن کریم کی تشریح اپنے ذہن وفکر و سوچ سے کریں تو دونوں میں تو فرق ہوگا۔

''جو ایک عالم نے ہزار سال پہلے فتویٰ دیا تھا وہ آخری بات ہے کوئی قرآن میں مختلف اجتہاد یا تبدیلی نہیں کرسکتا اس چیز نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔''

تبصرہ: موصوفہ کی کتنی بڑی غلط فہمی و غلطی ہے کہ وہ قرآن میں تبدیلی کی خواہشمند ہیں نعوذ باللہ یہ ہی مطالبہ تو ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا ﴿ائْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ﴾ (یونس: ۱۵) کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آ ؤیا اس کو بدل دو۔ اس کے جواب میں اللہ نے آیت اتاری تھی ﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ﴾ (یونس: ۱۵) کہ آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو اللہ فرماتے کہ آپ یہ کام تبدیلی کا نہیں کر سکتے جبکہ ڈاکٹر صاحبہ اپنے اجتہاد اور فہم سے قرآن کو موجودہ زمانہ کے اعتبار سے بدلنا چاہتی ہیں اور

دعوی ہے خدمت قرآن و درس قرآن کا اور کام ہے قرآن کی تبدیلی کا۔ اللہ ہماری اور تمام مسلمانوں کی ہر فتنہ سے حفاظت فرمائے۔ آمین

"سوال: کیا آپ محسوس کرتی ہیں کہ اسلامی نظریوں میں دوبارہ اجتہاد کی ضرورت ہے خصوصاً ہیومن رائٹس کے وہ ایشوز جو عورتوں سے متعلق ہیں۔ جواب: میں سمجھتی ہوں کہ تمام ایشوز پر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ مگر یہ لوگوں کے ایک ایسے گروپ کے ذریعہ جو آج کے مسائل سمجھتے ہیں اور ایک لوگوں کے ایسے گروپ کے ذریعہ جو دین کو سمجھتے ہیں ہونا چاہئے تا کہ جدید ایشوز کے لئے جو حل موجود ہیں انہیں اپلائی کیا جا سکے۔"

تبصرہ: اس جواب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محترمہ کی ساری کاوش و جدوجہد کا مقصد خاص طور پر خواتین کو حقوق کے لبادہ میں وہ آزادی دلانا ہے جو مغرب و یورپ میں مساوات و برابری کے عنوان سے رواج پذیر ہے اور جو این جی اوز اور دوسری عیسائی تنظیموں کی محنت کا حاصل ہے کہ عورت کو گھر سے باہر نکالا جائے اسے مردوں کے برابر کے حقوق دلوائے جائیں اور اجتہاد بھی ایسے لوگوں سے جو آج کے مسائل کو سمجھتے ہوں خواہ ان کے اندر اجتہاد کی صلاحیت و اجتہاد موجود ہو یا نہیں گویا پس پردہ اس بات کا دعوی ہے کہ خواتین کے حقوق کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ و محدثین و فقہائے عظام و جماہیر امت نے سمجھا ہی نہیں بلکہ ان کو ان کے حقوق نہ دے کر گویا نعوذ باللہ ان پر ظلم کیا ہے اور جس چیز کو یہ سب لوگ نہ سمجھ سکے اسے آج کے اسکالر و دانشور سمجھیں گے مزید یہ کہ قرآن و حدیث میں اجتہاد ہر ایرا غیرا نتھو خیرا کر سکتا ہے اور قرآن و حدیث میں اجتہاد کر کے اپنی مرضی کے مطابق اس میں مسئلہ نکال سکتا ہے۔ کچھ تو غور کیجئے۔ کہ کیا اللہ کی کتاب اور ہمارا دین اس قدر نامکمل ہے کہ ہمیں اس کی ضرورت پڑ جائے اور اس قدر لاوارث ہے کہ ہر کسے نہ کسے اس میں قیاس آرائی و اجتہاد کر سکے۔ کہیں یہ

بقول خیر خواہی، چراغ میرا ہے رات ان کی، کا تو مصداق نہیں۔

"جو بھی کوئی تبدیلی لانا چاہتا ہے وہ ہمارے دینی عنصر کی طرف سے مسترد کر دیا جاتا ہے۔"

تبصرہ: تبدیلی کا کوئی مخالف نہیں لیکن ایک ہے قرآن میں تبدیلی اور ایک ہے انسانوں کے عقائد و اعمال میں تبدیلی علماء یہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کو بدلنے کی کوشش نہ کرو اپنے آپ کو بدلو آج اپنے آپ کو بدلنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہر ایک چاہتا ہے کہ قرآن بدل جائے ہماری مرضی و مزاج کے مطابق ہو جائے جبکہ قرآن کی ہر ایک چیز زیر زبر تک محفوظ ہے انشاء اللہ قیامت تک اسے کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا یہ اللہ کا وعدہ ہے ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ (الحجر: ۹) الحمد للہ علماء اپنا فریضہ و ذمہ داری سمجھتے ہوئے ہر قرآن و سنت کی مخالف تبدیلی کو مسترد کرتے رہیں گے اور قرآن و سنت کو بدلنے کے بجائے عوام کو بدلنے کی کوشش کرتے رہیں گے کہ ہم نے اللہ کو جواب بھی دینا ہے۔

"میں سمجھتی ہوں کہ سب پہلے سے نظریہ لوگوں کو سمجھانا ضروری ہے پھر انہیں سمجھنے اور مباحثہ کرنے کے لئے وقت دیا جائے تا کہ آخر میں اسے قبول کر لیں کوئی بات پنچایتی طور پر ٹھونسنی نہیں چاہئے۔"

تبصرہ: یعنی پہلے عوام الناس قرآن کے احکامات کو سمجھیں گے اس پر ریسرچ و تحقیق کریں گے مباحثہ کریں گے جیسے دنیاوی معاملات پر تبصرہ و تجزیہ و تجربہ قائم کئے جاتے ہیں اس پر بحث و مباحثہ ہوتا ہے اسی طرح قرآن اللہ کی کتاب پر اور اس کے احکامات پر تبصرہ و تجزیہ ہو بحث و مباحثہ ہو دانشور اسکالر تجزیہ نگار، تبصرہ نگار ہر شخص اپنی اپنی رائے پیش کریں پھر اگر ان سب باتوں کے بعد آپ کا ذہن قبول کر لے تو عمل کر لیں ورنہ چھوڑ دیں۔

''جنہوں نے توہینِ رسالت کے قانون کا بے جا استعمال کیا ہے انہوں نے ہمارے دین وشریعت کو بے عزت کیا ہے یہ بے انصاف اور ظالم ہیں یہ لوگ جو شریعت کو نافذ کر رہے ہیں ان کو کوئی خدا کا خوف نہیں وہ خدا کا قانون کس طرح نافذ کر سکتے ہیں یہ صحیح طریقہ نہیں۔''

تبصرہ: میں الزام تراشی سے تو ڈرتا ہوں لیکن سارے انٹرویو کو پڑھ کر جو مجھے اندازہ ہوا کہ پورے انٹرویو میں کہیں بھی حضور ﷺ واحادیث مبارکہ کا کہیں ذکر خیر نہیں اور جس کا یہ حال ہو ظاہر ہے وہ توہین رسالت کے قانون کو بے جا اور ظالمانہ کہے گا اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں جس نے گستاخی کی ہے اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کو وہ دین وشریعت کی بے عزتی ہی کہے گا۔ مجھے حیرانگی وافسوس ہے کہ ایک درس قرآن دینے والی خاتون کا اتنا دین سے دوری والا نظریہ اور آپ ﷺ کی ذات سے اتنی بیزاری کا برملا اعلان کہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے نے دین کی بے عزتی نہیں کی اور جس نے توہین رسالت کے قانون کو نافذ کیا اس نے دین کی بے عزتی کر دی صد افسوس وصد اشک آپ کے اس نظریہ پر کہ اس نظریہ کے ساتھ درس قرآن کہ حدیث کا کوئی ذکر نہیں اور توہین رسالت کے خلاف بولنے والے ظالم ہیں اور اس سے زیادہ افسوس ان لوگوں پر جو اس سب کے باوجود آپ کے مداح ہوں آپ کے درس میں شرکت کرتے ہوں۔

''میں اپنے ذاتی نظریات کی اشاعت نہیں کر رہی ہوں میں تو وہی بیان کر رہی ہوں جو قرآن میں لکھا ہوا ہے۔''

تبصرہ: جس طرح پچھلے تبصرہ میں بھی عرض کیا تھا کہ آخر صرف قرآن کا نام کیوں؟ کیا قرآن کے ساتھ حدیث مبارکہ کی ضرورت نہیں کیا اس سے ان لوگوں کے قول کی تائید کی بو تو نہیں آ رہی جو کہتے تھے 'حسبنا کتاب اللّٰہ'''ہمیں اللہ کی کتاب

کافی ہے اور حدیث کی حجیت وضرورت کا انکار کر بیٹھے تھے؟ اور بعد میں فتنہ انکار حدیث کے نام سے علماء نے ان کا خوب تعاقب کرتے ہوئے احادیث رسول کی حفاظت کی تھی۔

''میرا اس بارے میں اجتہاد یہ ہے کہ جب بے وفا ہو۔''

تبصرہ: تمام سلف وخلف کے اجتہادات وتحقیقات سے پہلو تہی کر کے اپنے اجتہاد کو ان تمام کی تحقیق پر راجح قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

''اکثر عورتیں جو آپ کی کلاس میں ہوتی ہیں عام طور پر تعلیم یافتہ اور امیر طبقہ سے آتی ہیں آپ اپنا پیغام دیہاتیوں اور قبائلی علاقوں میں یا غریب طبقہ میں کیوں نہیں پھیلاتیں بجائے فائیو اسٹار ہوٹلوں اور کلفٹن کے۔''

تبصرہ: یہ سوال اپنی جگہ بہت اہم ہے اور اس سوال کا موصوفہ نے کوئی تسلی بخش و تشفی بخش جواب نہیں دیا سوائے اس کے کہ لوگ مجھ سے پڑھ کر غریبوں کے علاقوں میں جائیں اور ان کو سمجھائیں میرا ہر جگہ جانا مشکل ہے۔ میری کیسٹیں پہنچ چکی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت وجدوجہد کی ابتداء غریب طبقہ سے ہوا کرتی تھی اور ان کے قوم کے شرفاء ومعززین ومالدار لوگ اسی وجہ سے اولاً اپنے نبی کی بات ماننے سے انکار کردیا کرتے تھے جس کو قرآن نے بھی بیان کیا ہے ﴿وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ﴾ (سورۃ ھود: آیت ۲۷) کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ کا اتباع صرف ہم میں سے رذیل لوگوں نے ہی کیا ہے۔ بلکہ ایک موقعہ پر جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم پر قریش کے معززین کو ترجیح دی اور آپ کو اس موقعہ پر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنا اچھا نہ لگا صرف ان کے اسلام کے لالچ میں تو اللہ نے آپ کی تربیت وتنبیہ کے لئے آیتیں اتار دیں ﴿عَبَسَ

وَتَوَلّٰٓی ﴿۱﴾ (عبس: ۱) تاریخ عالم شاہد ہے کہ دین وجہد دین کا مزاج رہا ہے اس کی ابتداء انتہائی کسمپرسی کی عالم میں ہوتی ہے مشقتیں و مصیبتیں و ناگواریوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے، بہت سی چیزوں کی قربانی دینی پڑتی ہے جو اخلاص والے ہوتے ہیں وہ ان تمام باتوں کے باوجود استقامت کی دعا مانگتے ہوئے اہل حق کی سرپرستی میں لگے رہتے ہیں ان کے جمنے پر اللہ رب العزت صبر کا بدلہ دیتے ہیں بالآخر حق واہل حق غالب ہوجاتے ہیں باطل اہل باطل مغلوب ہوجاتے ہیں۔ لیکن جس محنت وکاوش کی ابتداء ہی مالداروں سے ہو تعیش پر اس کی بنیاد ہو کسی قسم کی دشواری ومشقت وناگواری کا سامنا نہ ہو نہ جسمانی نہ مالی بلکہ مال کی خوب فراوانی ہو ہر طرف سے پذیرائی مل رہی ہو اور جس محنت کا خلاصہ صرف خواتین اور ان کا اجتماع ہو جو ویسے ہی کچے ذہن کی اور جدت کی دلدادہ ناقصات العقل والدین ہوتی ہیں اور ان کا اجتماع از خود فتنہ سے کم نہیں یہ سب طریقہ منہجِ نبوت و مزاجِ نبوت سے بہت بعید ہے دین اسلام کے پھیلانے کا اور لوگوں کی زندگیوں میں دین کے آنے کا اور عوام الناس کی اصلاح کا وہی طریقہ کارفرما و موثر ثابت ہوگا جو حضور ﷺ کی زندگی اور آپ کی محنت کے قریب تر ہوگا کہ امام مالک کا ارشاد ہے: ''لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا'' کہ اس امت کے آخر کی اصلاح اسی طریقہ سے ہوگی جس طریقہ سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی ہے۔

کہ بعض دفعہ کانٹوں والے مشکل راستہ سے ہٹ کر پھولوں والے عیش وعشرت و آرام والے راستہ کو اختیار کرنا انسان کو منزل سے بھٹکا دیتا ہے، جس کا انجام خوفناک و پرخطر تاریک گھاٹیوں کی شکل میں نکلتا ہے۔

لہٰذا جو محنت وکاوش وجد وجہد ترتیب نبوی ﷺ وترتیب صحابہ سے ہٹ کر ہوگی اور کسی بھی اعتبار سے مزاج نبوت سے میل نہ کھاتی ہوگی اس کی بنیاد ہی غلط ہوگی کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے ہر ہر عمل کو اسوہ حسنہ اور نمونہ بنایا ہے قیامت

تک آنے والی انسانیت کے لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسی محنت و جدو جہد الہدی (ہدایتِ) کی منزل کے بجائے الضلالۃ (گمراہی) کے خوفناک وخطرناک انجام تک پہنچا دے۔ اس لئے محترمہ صاحبہ اگر آپ کی نیت مشکوک نہیں تو کم از کم آپ کا طریقہ مشکوک اور ترتیب نبوت سے دور ضرور ہے۔ نیت وطریقہ دونوں کی اصلاح ضروری ہے کہ ایک آدمی کعبہ جانے کی نیت کرے لیکن راستہ وطریقہ ان لوگوں کا اختیار نہ کرے جو اس سے پہلے اس راستہ پر چل کر کعبہ پہنچے ہیں اور یہ کہے کہ یہ راستہ دشوار گزار و مشکل ہے اس کے علاوہ آرام والا راستہ اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ اس کا کعبہ پہنچنا مشکل ہے

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی — کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

"میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک جنس کا مسئلہ بن گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ایک عورت ان کی حکومت کو غضب کر رہی ہے۔"

تبصرہ: محترمہ صاحبہ یہ آپ کی انتہائی بھول وغلط فہمی ہے کہ یہ ایک جنس کا مسئلہ بن گیا ہے ہمیں آپ کی ذات یا آپ کی جنسیت (عورت) سے کوئی دشمنی نہیں اور نہ ہی ہماری کوئی حکومت ہے جس کے چھن جانے کا ہمیں خطرہ ہو۔ حکومت تو آپ کو مبارک اور نہ ہی ہمیں دوکان چمکانے کی کوئی فکر ہے ہمیں تو صرف اپنے قرآن اور اپنے نبی کے لائے ہوئے دین کی تحریف وتغیر وتبدل رائے دہی دخل اندازی غلط تفسیر ومطلب ہر طرح سے ہم نے اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے اور لوگوں کو راہ حق وحق سے آگاہ کرتے رہنا ہے اور باطل واہل باطل کے نرغہ سے اور ان کے پھندے سے بچانا ہے خواہ وہ باطل واہل باطل اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آئیں یا کفر کا، لاعلمی میں ہو یا جان بوجھ کر ہر طرح سے ان تمام سازشوں کو بے نقاب کرنا اور ان تمام فتنوں کا مقابلہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر ہم اس قسم کے فتنوں کی نشاندہی نہیں کریں گے تو حدیث نبوی ﷺ "یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاحلین" کا کیا مطلب رہ جائے گا۔ ترجمہ:

اس علم کو ہر زمانہ میں ایسے عادل لوگ اٹھائیں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف کو اور باطل پروروں کی غلط باتیں منسوب کرنے کو اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

محترمہ یہ آپ بھول جائیں کہ علماء کو آپ کی ذات یا آپ کی جنس سے کوئی دشمنی یا مقابلہ ہے ہمارا مقابلہ تو ہر فتنہ پرور سے ہے آپ ابھی اپنی روش اپنا طریقہ کار اپنے نظریات بدل دیں قرآن وسنت کی تشریح میں اکابرین پر اعتماد کریں ہم ہر اعتبار سے آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔

"ایک دوسری چیز یہ ہے کہ میں مدرسہ کی پیداوار نہیں ہوں میں اسکول کالج یونیورسٹی کے پس منظر سے آئی ہوں میں نے بیرون ملک پڑھا ہے میں ان کے روایتی سانچہ میں فٹ نہیں آتی۔"

تبصرہ: اولاً تو میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے کہ کسی مدرسہ میں پڑھنے والی خاتون نے مدرسہ سے نکل کر یہ غلط وگمراہ کن نظریات وطریقہ نہیں اپنایا ورنہ ہمیں اور زیادہ دکھ ونقصان ہوتا کہ باطل نے ہمارے ہاتھوں کو ہی ہمارے خلاف استعمال کیا ہے کہ والد کا بیٹا ہی والد کا مخالف ہو جائے تو اس کا دکھ والد کو زیادہ ہوتا ہے بجائے اس کے کوئی باہر کا آدمی مخالف ہو اور جو کالج و یونیورسٹی کے پس منظر سے آئے اس کا اس قسم کا نظریہ اپنانا اور منفرد ومختلف طریقہ اختیار کرنا کوئی اتنے اچنبھے کی بات نہیں کہ جو جس انداز میں تربیت پائے گا اسی کے اعتبار سے وہ آگے چل کر کوئی طریقہ کار متعین کرے گا اور یہ فیصلہ تو قارئین خود ہی کریں گے کہ جو بیرون ملک اسکول وکالج و یونیورسٹی میں پڑھ کر آئے جو سراسر یہودیت ونصرانیت کے زیر پرستی ہیں اس سے کیا توقع وامید رکھی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح وحقیقی معنوں میں دین اسلام کی خدمت اور قرآن وحدیث کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دیں گی کیا پس پردہ اس میں یہودیت ونصرانیت کے عوامل کارفرما ومحرک تو نہیں ہیں؟ کیا یہ خدمت دین درس قرآن کے عنوان سے اسلام کو برسری اور مسلمانوں کو بے لگام وآزاد کرنے کی کوشش تو نہیں ہو رہی۔

''علماء ایک عام آدمی کو قرآن کی تعلیم دینا نہیں چاہتے علماء کہتے ہیں کہ عوام الناس قرآن سمجھنے کے قابل نہیں صرف دینی عالم ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔''

تبصرہ: جناب محترمہ صاحبہ یہ سوائے الزام تراشی کے کچھ نہیں اگر ہم درس قرآن کی تعلیم عوام کو نہیں دینا چاہتے تو ہماری اکثر مساجد میں جو درس قرآن ہوتا ہے اس کا کیا مطلب؟ اس میں ساری عوام ہی سامنے بیٹھی ہوتی ہے میں خود بحمدہ تعالیٰ ہفتہ میں دو تین جگہ درس قرآن دیتا ہوں اور ہمارے اکثر علماء الحمد للہ یہ خدمت انجام دیتے ہیں فرق اتنا ہے کہ آپ قرآن کو اپنی سمجھ اور اسکول و کالج و یونیورسٹی اور یورپ و مغرب کے پرعیش پس منظر میں بیان کرتی ہیں اور ہمارے علماء حدیث و اقوال صحابہ و تابعین و فقہائے عظام و محدثین کی عقل و فہم کی روشنی میں درس قرآن دیتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی مکی و مدنی زندگی جو قیامت تک کے لئے اسوہ حسنہ ہے جس کی بنیاد قربانی و مجاہدہ و ترک خواہشات پر ہے اس پس منظر میں ہم قرآن و حدیث کو بیان کر کے موجودہ نئے پیش آنے والے مسائل و حالات کا حل قرآن و حدیث سے استنباط کر کے عوام کے سامنے حقائق پیش کرتے ہیں اور ہر حقیقت ابتداءً کڑوی ہی لگتی ہے۔

''شروع سے آخر تک میں قرآن کو اپنے سامنے رکھتی ہوں اور میرے لئے جو قرآن میں لکھا ہے وہی اسلام ہے۔''

تبصرہ: اس جملہ میں برملا اقرار و اعلان کر ہی دیا اپنی حدیث نبوی سے براءت کا جس کا ذکر ہم پیچھے بھی ایک سے زائد بار کر چکے ہیں کہ صرف قرآن کا نعرہ کیوں؟ کیا حدیث نبوی کی کوئی اہمیت و حیثیت نہیں کیا اسلام کے قوانین و ضوابط و شریعت میں حدیثِ رسول کوئی حجت و دلیل نہیں کیا قرآن میں ہی سب کچھ مل جائے گا؟ تو قرآن میں نماز کا طریقہ زکوۃ کا طریقہ وغیرہ نہیں ہے قرآن میں یہ کہاں ہے کہ جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے گا وہ مسلمان ہوگا پورا کلمہ اکٹھا قرآن میں دکھا دیں۔ پورے

انٹرویو میں حدیث رسول ﷺ کا آخر تذکرہ کیوں نہیں جبکہ قرآن ہی کہتا ہے ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ (الحشر:) جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جائیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ "لعن الله الواصلہ" والی حدیث بیان کر کے کہتے ہیں کہ یہ قرآن سے ثابت ہے عورت نے پوچھا کہ میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے مجھے تو کہیں نہ ملا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ﴾ اس نے کہا پڑھی ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ جو حدیث سے ثابت گویا قرآن سے ثابت میں نے تو پہلے بھی اپنے شک کا اظہار کیا ہے کہ مجھے تو ان کے جملوں سے انکار حدیث کی بو آتی ہے لیکن چونکہ بدگمانی حرام ہے اور جب تک کسی بات کا وثوق و یقین نہ ہو کچھ کہنا نہ چاہئے لیکن میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ آخر ایسی کونسی مجبوری ہے کہ قرآن کے ساتھ حدیث کے لفظ کا اضافہ نہیں کیا گیا حالانکہ ہر مسلمان کے زبان پر قرآن و حدیث اللہ اور اس کا رسول دونوں ہی نام ہوا کرتے ہیں لیکن حیرانگی وافسوس ہے کہ پورے انٹرویو میں ایک جگہ بھی حدیث کا ذکر نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

> "بنیادی طور پر میرا نظریہ ہے کہ ہمیں افکار کو دوبارہ سوچنا چاہئے اسلام میں بہت زیادہ لچک ہے ہمارے دین میں تمام مسئلوں کے حل کے لئے قوت موجود ہے مگر ہم اگر ایک ہزار سال قبل کے اجتہاد پر قائم رہے تو ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔"

تبصرہ: الحمد للہ علمائے کرام مفتیان عظام امت کے مسائل وحالات سے بخوبی آگاہ ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے امت کو حرام سے بچانے کے لئے جدید تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیمات کو روشناس واجاگر کرنے کے لئے اور اس ترقی پذیر زمانہ میں مسلمانوں کی آسانی اور ان کی

ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کوشاں وساعی رہتے ہیں مسائل کا حل نکالتے رہتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کے معین کردہ واصول وضوابط میں رہتے ہوئے کہ ظاہر بات ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا اب چاہے انسان آسمان پر ہی کیوں نہ پہنچ جائے کوئی مفتی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہیں کرسکتا یہ اختیار تو نبی کے پاس بھی نہ تھا ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (التحریم: ۱) ایک عام انسان یا عالم ومفتی کے پاس کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہے ضرورت وحاجت اور ایک ہے خواہش وعیش و عشرت آپ کے اجتہاد اور سوچ کی بنیاد یہ ہے کہ جتنی عیش وعشرت کی چیزیں وطریقے آج دنیا میں وجود میں آچکی ہیں ان کو کسی طریقہ سے مسلمانوں کے لئے حلال وجائز کر دیا جائے تاکہ ہر مسلمان عیش وعشرت کا دلدادہ وخوگر بن جائے (جبھی تو آپ کا درس مالداروں میں ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنی خواہشات پوری کرنے کا سارا سامان و اسباب موجود ہوتے ہیں) جبکہ علماء کی سوچ وفکر یہ ہے کہ جو چیز ضرورت وحاجت بن چکی ہو اس کے بغیر آج کے زمانہ میں چارہ کار نہ ہو اس کا موجودہ زمانہ کے اعتبار سے قرآن وحدیث کے متعین کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں اگر کوئی حل نکل سکتا تو وہ امت کے سامنے پیش کردیا جائے باقی خواہشات کی پوری کرنے کی جگہ یہ دنیا نہیں یہاں ضرورت پوری ہوجائے کافی ہے اور نہ ہی اس دنیا میں کسی کی خواہشات پوری ہوسکتی ہیں اور جو خواہشات کی تکمیل میں لگتا ہے وہ حرام کاری میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے ان تمام وجوہات کی وجہ سے علماء اس کی تحقیق واجتہاد واستنباط میں پڑتے ہی نہیں بس یہ فرق ہے آپ کے نظریہ اور علماء کے نظریہ میں۔

> ''میں نے اپنا مشن کسی سے پوچھ کر شروع نہیں کیا تھا نہ ہی میں کسی کی ناپسندیدگی کی وجہ سے بند کروں گی میں علماء سے نہیں ڈرتی میں کسی سے نہیں ڈرتی میں صرف قرآن کا پیغام پہنچارہی ہوں اگر کوئی اس پر ......کرتا ہے تو اس کی جنگ مجھ سے نہیں اللہ سے ہے۔''

تبصرہ: محترمہ ہم کب آپ کو اپنی ذات سے ڈرا دھمکا رہے ہیں ویسے آپ ہم سے ڈرتی تو ہیں جبھی تو آپ ہم سے اپنے نظریات وافکار کے سلسلہ میں رابطہ ومکالمہ کرنے سے گھبراتی ہیں محترم مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کو دو تین مرتبہ وقت دینے کے باوجود آپ ان کے پاس نہیں گئیں آپ کا کوئی لٹریچر کوئی کتابچہ کوئی رسالہ تحریری شکل میں شائع نہیں ہوا یہ سب ڈر وخوف نہیں تو کیا ہے لیکن پھر بھی ہم آپ کو اپنے سے نہیں اللہ ہی سے ڈراتے ہیں اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اسے بند کردو اچھی بات ہے اگر آپ کے ذریعہ کسی کی اصلاح ہو جائے لیکن پہلے اپنا نظریہ وخیال وفکر وطریقہ درست کرلیں اور جو دین کے سیکھنے سکھانے کا اللہ نے ایک سلسلہ چلایا ہوا ہے اس سلسلہ کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑ لیں اور اسی کی روشنی میں اپنا نظریہ وطریقہ متعین کرلیں کوئی آپ کو نہیں روکے گا انشاء اللہ بشرطیکہ نیت وجذبہ خالص ہو۔ آخر میں قارئین ایک مرتبہ پھر خط کشیدہ عبارت پر غور کریں کہ میں صرف قرآن کا پیغام پہنچا رہی ہوں۔

یہ وہ چند اقتباسات ہیں جو آپ کے سامنے مختصر تبصرہ کے ساتھ پیش کئے گئے پورا انٹرویو اور مکمل انٹرویو کو پڑھ کر مشترکہ طور پر جو اس کا خلاصہ ومفہوم سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ محترمہ کو علماء سے بیزاری ونفرت معلوم ہوتی ہے اور عوام الناس کے دل میں بھی یہ نفرت وحقارت بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے: ''اکرموا حملة القرآن فمن اکرمهم فقد اکرمنی'' حاملین قرآن کی عزت وتعظیم کیا کرو جنہوں نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور ایک حدیث ہے:

''حامل القرآن حامل رأیة الاسلام من اکرمه فقد اکرم اللّٰه ومن اهانه فعلیه لعنة اللّٰه.''

ترجمہ: ''حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے خدا کی تعظیم کی اور جس نے ان کی تذلیل کی اس پر خدا کی لعنت ہے۔''

نیز آپ کا ارشاد ہے عالم کو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے نہ کہ مسلمان اور انگریز کا پرانا طریقہ رہا ہے عوام الناس کے دلوں سے علماء وفقہاء واہل اللہ اور بزرگوں کی عظمت وقدر و قیمت واحترام کم کرتے کرتے بالکل ختم کر دیا جائے کہ جب تک عوام کا علماء کے واسطہ سے قرآن وحدیث ومسجد سے تعلق جڑا رہے گا ان کے دلوں میں خوف خدا باقی رہے گا اس لئے عوام کو علماء سے دور کر کے ان کی نفرت دلوں میں بٹھائی جائے تا کہ ہمارا کام آسانی سے نکل سکے اور اس کام کے لئے انہوں نے اپنے تربیت یافتہ اسکالر دانشور پیدا کئے جنہوں نے درس قرآن کا لبادہ اوڑھ کر پس پردہ ان کے لئے خدمت کو انجام دیا کسی نے لاعلمی میں کسی نے جان بوجھ کر اور دوسری بات جو معلوم ہوئی کہ موصوف اپنے اجتہاد وافکار کے ذریعہ قرآن مجید کو موجودہ زمانہ کے سانچہ میں ڈھالنے کے لئے کوشاں وساعی ہیں اور شاید موصوفہ اس بات کو بھول چکی ہیں کہ یہ زمانہ کبھی کسی حال میں خوش نہ ہوگا آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر زمانہ کے جدید تقاضوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پورا نہیں کرسکتی کہ یہ روز بروز بدل رہا ہے اس میں جدت پسندی آتی جارہی ہے آخر کہاں تک اس کا مقابلہ کریں گی اس لئے ہماری گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور اس کے مطابق بنانے کے بجائے اپنے آپ اور عوام کو قرآن وحدیث کے مزاج کے مطابق ڈھالیں اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کریں نہ کہ قرآن کو یہ ہی محفوظ وسیدھا وصاف راستہ ہے۔
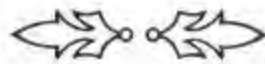
ہدایت یا گمراہی کے جواب میں ابوانشاء صاحب کی لکھی ہوئی کتاب خیر خواہی کا علمی تعاقب

(بقلم بندہ مطیع الرحمٰن)

اسکول و کالج و یونیورسٹی کے پس منظر سے ظاہر ہونے والی گلاسکو یونیورسٹی سے (P H D) کی ڈگری حاصل کرنے والی مغرب و یورپ کی دنیا سے مسحورہ اور ان کے طریقہ کو اسلام و قرآن کے سانچہ و ڈھانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرنے والی، اپنے فہم و دانش و اجتہاد سے قرآن کو سمجھنے کی کوشاں، مدارس و علماء کے خلاف اپنی ایک انفرادی حیثیت کی حامل، الہدیٰ انٹرنیشنل کے تحت درس و قرآن کے عنوان سے خدمت قرآن کا پرچار کرنے والی، محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کے افکار و نظریات و طریقہ کار سے نقاب کشائی کے لئے اور سادہ لوح عوام کو حقیقت حال سے مطلع کر کے ان کے نرغہ و دام سے بچانے کے لئے آج سے چند سال قبل ایک رسالہ بنام ہدایت یا گمراہی اکابر علمائے کرام کی تصدیقات و سرپرستی میں تحریر کیا گیا تھا جو امید ہے کہ کسی نہ کسی ذریعہ سے محترمہ تک پہنچ گیا ہوگا یا کسی نے ان کو اطلاع تو ضرور کر دی ہوگی لیکن محترمہ موصوفہ کی طرف سے اس پر کسی قسم کا ردعمل یا کوئی جواب سامنے نہیں آیا اس کی کوئی بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

لیکن موصوفہ محترمہ کے ہم مسلک و ہم مشرب اور ان کے مداح، تقلید کو شرک کہنے کے باوجود خود سب سے بڑے مقلد ابوالنشاء قاری خلیل الرحمٰن صاحب نے نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہوئے مزید شاباش و داد کے خواہاں ہوتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور ہو کر آخر اس کا جواب بنام خیر خواہی لکھ ہی دیا اور یہ موصوف کی طرف سے کوئی نئی بات نہیں لگتا ہے کہ موصوف کے ذمہ کسی بہت بڑے معاوضہ کے بدلہ یہ ہی خدمت

سپرد کی گئی ہے کہ وہ اہل حق کی جانب سے لکھی جانے والی تحریرات کا جواب قلم بند کریں کیونکہ میں تو ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں موصوف اس سے قبل محترم مفتی تقی عثمانی صاحب و مفتی عبدالروف سکھروی صاحب کی وہ تحریرات جو ایسے مسئلہ پر ہیں جو مسائل تقریباً اجماعی ہیں ان کے خلاف بھی جواب لکھ چکے ہیں اور وہ اسے اپنا کارنامہ سمجھتے ہیں کہ جب آدمی کے اندر ہاتھ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی تو وہ بدکلامی و بدزبانی پر اتر آتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اپنی زبان کی تیزی سے شاید میں اگلے پر غالب آجاؤں گا جبکہ وہ بے جان و بے حقیقت کھوکھلے الفاظ کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا اور جب اسے کریدا جاتا ہے تو چونکہ وہ اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے تو وہ بیت عنکبوت (مکڑی کا جالا) سے بھی بہت زیادہ کمزور ثابت ہوتا ہے کچھ یہ ہی حال ابوانشاء صاحب کا ہے کہ دلائل کا جواب دلائل سے دینے کے بجائے اپنی لفاظی بدکلامی بدزبانی پر اتر آئے ہیں کہ جیسے کوئی آدمی بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا بول رہا ہوں بہرحال ہر آدمی کا قلم، اس کی تحریر اس کے باطن کی خوب غمازی و عکاسی کرتی ہے۔ اول تو موصوف کی کتاب خیر خواہی پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کا لقب ابوانشاء کے بجائے ابواختراع ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ دوسرا یہ کہ کتاب خیر خواہی میں جس بے باکانہ انداز میں موصوف کا قلم بے لگام ہو کے چلا ہے اس سے آنکھ شرما جائے زبان رک جائے کہ انہیں معلوم تھا کہ اس کتاب کو معزز مرد و خواتین ان کی مائیں بہنیں سب ہی پڑھیں گی اس کے باوجود اس قسم کی باتیں کسی بھی اعتبار سے ان کے شایان شان نہیں اور یہ کام آدمی اس وقت کرتا ہے جب دلائل کی طاقت سے وہ عاری و خالی ہوتا ہے۔

چونکہ درمیان میں بندہ کافی مصروف رہا وقت کی قلت اور دیگر اعذار کی وجہ سے خواہش کے باوجود بھی خیر خواہی کا جواب نہ لکھ سکا اب جبکہ کتاب کو نئے ایڈیشن اور چند اضافوں کے ساتھ چھاپنے کا ارادہ ہوا تو سوچا کیوں نہ اس کے ساتھ مختصر طور پر خیر خواہی کا جواب بھی شامل کر لیا جائے۔

چونکہ ابو انشاء صاحب نے کتاب خیر خواہی میں اپنی لفاظی دکھاتے ہوئے کافی طوالت سے کام لیا ہے (جس کا قارئین کو اندازہ ہوگا) اس لئے ہم نے ان تمام باتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف وہ جو موصوف نے کتاب کے آخر میں ص ۱۶۷ پر خلاصہ تحریر پیش کیا ہے اس کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دینے کی کوشش کی ہے اور باقی زائد باتیں ترک کردی گئی ہیں اور اگر کوئی غیر جانبدارانہ طور پر حقیقت کا طالب بنتے ہوئے ہدایت کی طلب کے ساتھ صرف ہدایت یا گمراہی ہی پڑھ لے گا اسے انشاء اللہ ان تمام باتوں کا جواب خود ہی مل جائے گا۔ پھر بھی اتمام حجت کے طور پر جواب لکھ دیا گیا ہے اگر چہ جواب کی تحریر کے دوران ادب وتہذیب کے دائرہ میں رہنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے مگر پھر بھی ہوسکتا ہے کہ قارئین کو خیر خواہی کا جواب پڑھنے کے دوران شاید بندہ کے قلم سے بھی چند ایسی چیزیں محسوس ہوں جو ادب وتہذیب کے خلاف ہوں اس پر تو اولاً میں معذرت خواہ ہوں اور ثانیاً میں ان تمام چیزوں کی نسبت ابوانشاء صاحب ہی کی طرف کرنا مناسب سمجھوں گا کہ آدمی جیسی تحریر پڑھتا ہے اس کا اثر تو اس کے اوپر آتا ہی ہے۔ بہرحال پھر بھی میں ابوانشاء صاحب اور تمام قارئین سے اس سلسلہ میں معذرت خواہ ہوں اللہ مجھے بھی معاف فرمائے اور قارئین کو بھی، اور سب کو حق کی ہدایت نصیب فرمائے۔
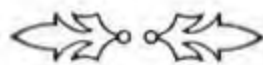
باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ وبارك وسلم رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی رب زدنی علما. اللھم وفقنا لما تحب وترضی من العمل والقول والفعل والنیۃ والھدی انك علی کل شیء قدیر.''

حالت حیض میں قرآن پڑھنا

محترمہ فرحت نسیم ہاشمی اور صاحب خیر خواہی ابوانشاء کا نظریہ یہ ہے کہ حالت حیض میں خواتین کا قرآن پڑھنا جائز ہے جبکہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں اہل حق کے دلائل پر ابوانشاء کی جانب سے وارد کئے جانے والے اشکالات کے جوابات۔

اشکال: یہ نظریہ صرف محترمہ کا نہیں بلکہ بہت سے علمائے کرام اس کے قائل ہیں ایک فریق کا موقوف یہ ہے کہ...... (خیر خواہی: ص ۱۸)

جواب: کاش کہ موصوف ''بہت سے'' کی وضاحت کرتے کہ وہ کونسے بہت سے علمائے کرام ہیں جو جواز کے قائل ہیں جبکہ ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ امام ترمذی وامام مسلم، علامہ ابن حجر جیسے عظیم محدثین کی صراحت ہے کہ جمہور واکثر علماء کا مذہب حائضہ کے لئے تحریم قراءۃ کا ہے دیکھئے (مسلم: ۱/۱۶۲، ترمذی: ۱/۱۹، فتح الباری: ۲/۳۶۴، معارف السنن: ۱/ ۴۴۵) جبکہ ان کے مقابلہ میں جو حضرات جواز کے قائل ہیں شراح نے ان کے پانچ نام ذکر کئے ہیں بخاری، طبری، منذر، داود وظاہری وامام مالک وغیرہ۔ سبحان اللہ موصوف کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ تمام محدثین وفقہا نے جس کو جمہور واکثر علماء کا موقف قرار دیا موصوف نے اس کو ایک فریق کا موقف قرار دے دیا اور جو گنتی کے چند علماء کا موقف ہے اس کو بہت سے علماء کا موقف قرار دے دیا۔ شاید لکھتے ہوئے قلم پھسل گیا کہ بہت کم کے بجائے ''بہت سے'' لکھ دیا گیا۔

اشکال: اسی صفحہ پر موجود امام ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے حوالہ سے اسماعیل بن عیاش کی ان تمام روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جس میں وہ منفرد ہو۔ (خیر خواہی: ص ۱۹)

جواب: اولاً بات یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرنے میں اسماعیل بن عیاش منفرد نہیں بلکہ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بھی روایت کیا ہے اور مغیرہ سے عبدالملک بن مسلمہ نے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے اپنی سنن میں اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور جبکہ حافظ یعمری نے مغیرہ کی سند کو صحیح قرار دیا اب جبکہ متابعت موجود (یعنی اسماعیل بن عیاش منفرد نہیں ہے) تو اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف قرار دینا درست نہیں کیونکہ امام بخاری نے انفراد کی صورت میں ضعیف قرار دیا ہے اور یہاں انفراد نہیں۔ (معارف السنن، نصب الرایہ)

دوسری بات یہ ہے کہ ابن معین یعقوب بن سفیان یزید ابن ہارون نے مطلقاً اسماعیل بن عیاش کو ثقہ قرار دیا ہے بلکہ ابن ہارون نے سفیان ثوری پر ان کو فوقیت دیتے ہوئے فرماتے "مارایت احفظ بن اسماعیل بن عیاش ما ادری ما سفیان الثوری" میں نے اسماعیل بن عیاش سے زیادہ قوی حافظہ والا کسی کو نہیں دیکھا میں نہیں جانتا کہ سفیان ثوری کیسا ہے؟ (معارف السنن)

اور اگر اس روایت کے ضعف کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے لئے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث بطور شاہد کے موجود ہے اور اکثر مانعین نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے امام ترمذی ابن السکن ابن حبان بغوی وغیرہ محدثین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ حدیث ہے۔

"عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یحجبہ ولا یحجزہ عن القرآن شیء لیس الجنابۃ." (رواہ السنن)

ترجمہ: ''آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو جنابت کے علاوہ کوئی چیز قرآن پڑھنے سے نہیں روکتی تھی یعنی آپ جنابت کی حالت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث علی حسن صحیح۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ''والحق انه من قبیل الحسن یصلح للحجة'' (کہ حق بات یہ ہے کہ یہ حسن کے قبیل سے ہے جو کہ دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک باب کا عنوان باندھا ہے، ''باب قرائة الرجل فی حجر امرأته وھی حائض'' آدمی کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا جبکہ وہ حائضہ ہو اور اس کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث لے کر آئے ہیں۔

''ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یتکئ فی حجری وانا حائض ثم یقرأ القرآن.'' (بخاری)

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود کے سہارے ٹیک لگا کر قرآن پڑھتے تھے حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔''

اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر نے ابن دقیق العبد کا قول نقل کیا ہے۔

''فی ھذا الفصل اشارة الی ان الحائض لا تقرا القرآن لان قراء تھا لو کانت جائزة لما توھم امتناع القراءة فی حجرھا حتی احتیج الی التنصیص علیھا.'' (فتح: ۳۵۹/۲)

ترجمہ: ''کہ اس فصل میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حائضہ کے لئے قرآن کا پڑھنا جائز نہیں کہ اگر حائضہ کے لئے تلاوت قرآن کی اجازت ہوتی تو گود میں تلاوت قرآن کے ناجائز ہونے کا وہم ہی پیدا نہ ہوتا کہ اس کے جواز کی صراحت کرنی پڑتی۔''

عمدہ اسناد قوی متابعت مضبوط شواہد کی وجہ سے جماہیر محدثین وفقہاء کا موقف مدلل بالدلائل ہے اور معترض کے اس قول کی تردید ہوتی ہے کہ ''حائضہ ونفساء کے لئے قرآن سے ممانعت والی کوئی بھی روایت صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی'' یہ علیحدہ بات ہے کہ ابوانشاء صاحب حائضہ ونفساء کو جنبی مانتے ہی نہیں بلکہ ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''حیض ونفاس کو جنابت پر قیاس کرنا قطعی غلط ہے۔''

جواب: جنابت کا ترجمہ ہوتا ہے ناپاک ہونا، غسل فرض کا واجب ہونا۔

تو جس طرح حالت جنابت میں انسان ناپاک ہوتا ہے اسی طرح حالت حیض و نفاس میں بھی عورت ناپاک ہوتی ہے بلکہ حیض ونفاس کی ناپاکی جنابت کی ناپاکی سے زیادہ سخت ہے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ''لان حدثها اغلظ من حدثه'' (فتح الباری: ۲/۳۶۴) کہ جنابت میں جتنی چیزیں حرام ہوتی ہیں اس سے زیادہ حیض ونفاس کی حالت میں حرام ہوتی ہے کہ ایسی عورت روزہ نہیں رکھ سکتی جبکہ جنبی روزہ رکھ سکتا ہے مرد سے صحبت نہیں کر سکتی جبکہ حالت جنابت میں صحبت کی جا سکتی ہے وغیرہ۔

(دیکھئے الفقہ الاسلامی: ۱/۴۷۶)

اس لئے جب جنبی ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن ناجائز ہے (کما قلتم ایضاً) تو حیض ونفاس میں تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (کما قلنا)

باقی یہ بات ''حیض ونفاس کی پاکی عورت کے اختیار میں نہیں۔'' (خیر خواہی: ص ۲۲) تو یہ عذر تو اللہ رب العزت نے اس کے ساتھ لگایا ہے جس کی وجہ سے وہ معذور ہے اس طرح تو اسے نماز روزہ کا حکم بھی دے دیا جائے جبکہ یہ چیزیں فرض ہیں لیکن اس کا کوئی قائل نہیں تو تلاوت قرآن جو کہ فرض بھی نہیں اور اس کے علاوہ دوسرے اذکار مسنونہ کی اجازت بھی ہے اس کے جواز کا کیسے قائل ہوا جا سکتا ہے؟ مزید یہ کہ حائضہ ونفساء کو تلاوت قرآن کی اجازت دینا اللہ کے کلام کی بے ادبی ہے کہ اللہ کے کلام کا حق یہ ہے کہ اسے پاک لوگ ہی چھوئیں اور پڑھیں۔

خلاصہ یہ کہ حیض ونفاس بھی جنابت کی ایک قسم بلکہ اس سے زیادہ شدید ہے لہٰذا جن احادیث سے حالت جنابت میں تلاوت کی حرمت کا حکم ثابت ہوگا انہیں احادیث سے بدرجۂ اولیٰ حالت حیض میں حرمت کا حکم ثابت ہوگا خصوصاً جبکہ محدثین وغیرہ نے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اپنے گھر کا حال تو دیکھ لیجئے

آپ نے جو جنابت وحیض ونفاس میں فرق کیا ہے اس فرق کے ثبوت پر کوئی ایک حدیث ہی دکھا دیں اور کسی ایک حدیث سے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو یہ ثابت کر کے دکھا دیں کہ حائضہ ونفساء کو تلاوت قرآن کی اجازت ورخصت دی گئی ہو اور اس معاملہ میں اس کا حکم جنبی کے حکم کا غیر ہو انشاء اللہ اپنے دعوی کے اثبات میں ایک حدیث بھی نہ دکھا سکیں گے کہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بھی صرف اس پر عنوان قائم کیا ہے کوئی حدیث صریح اس پر نہ لا سکے سوائے آثار کے نقل کرنے کے۔ جبکہ ہمارے پاس اپنے مذہب کے اثبات پر کئی احادیث موجود ہیں اگر آپ ان سب کو ضعیف بھی کہیں تو بھی متابعت وشواہد کی وجہ سے وہ روایات قابل استدلال ہو جاتی ہیں لیکن آپ نے ان تمام روایات کے مقابلہ میں امام مالک کی دلیل استحسان کا بودا سہارا لے کر ایک قیاس واستحسان کو احادیث نبویہ پر ترجیح دی ہے کہ جنابت وحیض ونفاس میں فرق ہے جبکہ آپ کا دعوی اہل حدیث ہونے کا ہے براہ کرم یا نام بدل دیجئے یا کام بدل دیجئے۔ مخلوق خدا کو دھوکہ نہ دیجئے۔

اشکال: معترض نے ہرقل کے خط سے استدلال کیا ہے کہ ”ہرقل جیسا مشرک جسے قرآن نجس کہتا ہے جب اس کے خط میں رسول اکرم ﷺ نے قرآن کی آیت لکھی اور اس نے پڑھی تو ایک مومن عورت جو محض قدرتی امر کی وجہ سے مجبور ہے وہ قرآن کی تلاوت

کیوں نہیں کر سکتی؟'' (خیر خواہی: ص ۲۳)

جواب: ① آپ ﷺ نے یہ آیت اس طور پر نہیں لکھی تھی کہ یہ قرآنی آیت تھی اس لئے آپ نے لفظ ''قل'' جو آیت کے شروع میں ہے آپ نہیں لکھا بلکہ اپنی جانب سے اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے ''یااھل الکتاب تعالوا'' تحریر کیا اگر کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے لکھتے تو لفظ قل بھی لکھتے اس لفظ کو حذف کر دینا جائز ہی نہ ہوتا۔ (مظہری: ص ۲۸۲) ② یہ خط آیت کے علاوہ دوسری چیزوں پر بھی مشتمل تھا جیسے فقہ وغیرہ کی کتابوں میں قرآن کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہے تو کتاب پڑھنے کے دوران اس آیت کے پڑھنے سے کسی بھی حالت میں کوئی نہیں روکتا کیونکہ اس وقت خاص قرآن کی تلاوت مقصود نہیں ہوتی اسی طرح اس خط میں آیت کا لکھا جانا تھا ③ ایک یا دو آیتوں کے جواز کے تو بعض مانعین بھی قائل ہیں ④ اس قصہ سے ناپاک کے لئے تلاوت قرآن کے جواز پر استدلال کیا نہیں جا سکتا کیونکہ ناپاک کے لئے قرآن کی تلاوت اس وقت ناجائز ہے جبکہ وہ تلاوت کا ارادہ کرے اور پہچانتا ہو کہ میں جو پڑھ رہا ہوں یہ قرآن ہے اور اگر کسی کاغذ پر لکھی ہوئی چیز کو پڑھ رہا ہو اور اسے معلوم نہیں کہ یہ قرآن ہے تو اس کے لئے یہ ناجائز نہ ہوگا۔ اور کافر کا بھی یہ ہی حال ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری: ۲/۳۶۴) ⑤ اگر ہرقل کے قصہ سے حائضہ کے لئے تلاوت قرآن کے جواز پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو جنبی کے لئے جواز پر تو بدرجۂ اولیٰ استدلال کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہرقل مرد ہونے کی وجہ سے حائضہ تو ہو ہی نہیں سکتا لامحالہ وہ جنبی ہوگا جب کہ آپ بھی اس کے قائل نہیں تو یہ قیاس مع الفارق ہے ⑥ اگر ہرقل (مشرک) کے واقعہ سے حائضہ کے لئے تلاوت قرآن کے جواز پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو حائضہ کے لئے مسجد میں داخل ہونا بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ مشرک کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے کہ وہ احکامات کا مکلف ہی نہیں ⑦ اگر مشرک کو قرآن پڑھنے اور اس کے ہاتھ لگانے کی اجازت ہے تو حضرت فاروق اعظم کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو

مذکور ہے کہ جب انہوں نے اپنی بہن سے قرآن لے کر دیکھنا چاہا تو ان کی بہن نے آیت ﴿ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ ﴾ (الواقعہ: ۷۹) پڑھ کر قرآن کے اوراق دینے سے انکار کر دیا کہ اس کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا۔ فاروق اعظم نے مجبوراً غسل کیا پھر وہ اوراق پڑھے اس کا کیا جواب دیں گے۔

اشکال: """سبحان اللّٰہ ان المومن لا ینجس" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الا طاہر سے الا مومن مراد ہے یعنی کافر قرآن مجید کو نہ چھوئے مومن چھو سکتا ہے۔" (خیر خواہی: ص۲۴)

جواب: سبحان اللہ کیا خوب طرز استدلال ہے اپنی بات کو زبردستی ثابت کرنے کے لئے سیاق وسباق دیکھے بغیر اگر کسی نے اپنا مطلب نکالنا سیکھنا ہو تو موصوف سے سیکھے۔ جبکہ پوری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور علیہ السلام سے مدینہ کے راستہ میں ملاقات ہوئی اس حال میں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنبی تھے ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں آپ کے راستہ سے جدا ہو گیا اور غسل کر کے آیا حضور علیہ السلام نے پوچھا کہاں گئے تھے ابو ہریرہ نے عرض کیا میں جنبی تھا تو میں نے آپ کے ساتھ بغیر پاکی کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا آپ نے فرمایا سبحان اللہ مسلم نجس نہیں ہوتا۔ (بخاری و مسلم: ۲/۲۶۲) یہ پوری حدیث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنابت والی ناپاکی ایسی ناپاکی نہیں کہ اس سے اعضاء ایسے گندے ہو جائیں جیسے پیشاب پائخانہ لگنے سے گندے ہو جاتے ہیں کہ مسلمان کے اعضاء پاک رہتے ہیں کیونکہ وہ نجاسات سے بچنے کا عادی ہوتا ہے جبکہ کافر وہ نجس چیزوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا۔ باقی طہارت و نجاست میں مسلمان و کافر کا حکم برابر ہے اور قرآن میں جو مشرکین کو نجس کہا ہے وہ ان کے اعتقاد کے اعتبار سے نجس کہا ہے آدمی خواہ مسلمان ہو یا کافر جنبی ہو یا حائضہ اس کا پسینہ اس کا لعاب اس کے اعضاء وغیرہ سب پاک ہیں جب تک کہ اعضا پر ظاہرا نجاست نہ لگی ہو۔ (دیکھئے فتح الباری: ۲/۳۴۴، مسلم: ۱/۱۶۲)

اشکال: ﴿ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ ﴾ (الواقعہ: ۷۹) والی آیت میں ہٗ ضمیر سے مراد لوح محفوظ اور المطہرون سے مراد فرشتہ ہیں لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔ (خیر خواہی: ص ۲۵)

جَوَابْ: تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ نے اور قرطبی میں علامہ قرطبی نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ اس سے وہ قرآن مراد ہے جو کہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اور مطہرون سے انسان مراد ہے کہ اس کی تائید آپ ﷺ کی ان روایات سے ہوتی ہے جس میں آپ نے تاکید امنع فرمایا۔

"الا لا یمس القران الا طاھر، لا تمس القرآن الا وانت طاھر"

نیز دشمن کے ملک میں قرآن لے کر جانے کو آپ ﷺ کا منع فرمانا اور حضرت عمر کی بہن کا اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اپنے بھائی کو قرآن دینے سے انکار کرنا یہ سب مؤیدات ہیں اس بات کے کہ آیت سے استدلال کرنا درست ہے۔ اور ہمارا مذہب برحق ہے۔

قضائے عمری

جو نمازیں فوت ہو جائیں خواہ جان بوجھ کر یا غفلت سے یا بھول سے یا نیند کی وجہ سے جمہور امت کے نزدیک ایسی سب نمازوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور جان بوجھ کر فوت شدہ نمازوں کے گناہ کی معافی کے لئے توبہ واستغفار بھی ضروری ہے جبکہ محترمہ اور ان کے چیلے ابوانشاء صاحب کے نزدیک صرف بھول کر یا غفلت ونیند کی وجہ سے فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے جمہور امت کے مذہب پر ابوانشاء صاحب کی طرف سے کئے گئے اشکالات واعتراضات کی حقیقت۔

قضائے عمری پر مدلل ومکمل ومفصل فتویٰ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی دے چکے ہیں جس کے جواب میں موصوف نے قضائے عمری کی شرعی حیثیت لکھی ہے۔

مفتی صاحب کے فتویٰ کے بعد ادب کچھ لکھنے کی تو اجازت نہیں دیتا البتہ بحیثیت طالب علم چند باتیں حوالہ قلم کرتا ہوں۔

موصوف نے اپنی کتاب خیر خواہی میں بے جا و بے فائدہ بحث کو طول دینے کی کوشش کر کے قارئین کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک بے حاصل محنت اور سراب کو پانی سمجھنے کے علاوہ کچھ نہیں ہدایت یا گمراہی میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جان بوجھ کر جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضا واجب نہ ہونے کا نظریہ ظواہر کا ہے جو صرف قرآن و حدیث کے ظاہری لفظ کو دیکھ کر اس پر عمل کرنے کے دعویدار ہوتے ہیں موصوف نے بھی ان کی حمایت کرتے ہوئے اپنے کنویں کے مینڈک ہونے کا ثبوت دیا ہے کہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کو اور ان کی حمایت یافتہ محترمہ کو حدیث کے سیاق وسباق کے علم واصول حدیث، فقہ واصول فقہ سے وطریقہ استنباط سے دور دور تک بھی واقفیت نہیں اس سے بالکل ناآشنا و نابلد ہیں حقیقت حال سمجھنے کے لئے چند باتیں سمجھئے۔

❶ جو نماز قضا ر ہو جائے خواہ وہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر ہو یا نیند کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے ہو بہر صورت نماز کی قضاء کرنا واجب ہے یہ تمام جمہور علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے حتیٰ کہ علامہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کے اجماعی ہونے کا دعویٰ کیا ہے سوائے ایک دو ظاہری کے کہ ان کے نزدیک ایسی نمازوں کی قضا نہیں جبکہ ان کے اس نظریہ کو تمام محدثین فقہاء نے بڑی شدت کے ساتھ رد کیا ہے اور اس کو بدعت و گمراہی قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر: ۱/۴۲۲، مسلم: ص ۴۳۱، احکام القرآن: ۳/۹۲)

ادھر موصوف کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ انہوں نے اپنی کتاب خیر خواہی میں اپنے اور محترمہ کے نظریہ کو تمام مکتبۂ فکر کے علماء کا نظریہ قرار دیا ہے جبکہ یہ ان کے اور جن کی یہ تقلید کرتے ہیں ان کے علاوہ کسی کا نظریہ نہیں۔

❷ موصوف نے مثالوں کے بیان کرنے کا انداز ایسا جارحانہ اختیار کیا ہے کہ پڑھنے والا ان کی جرح میں ایسا الجھ جائے اور ایسا متاثر ہو کہ اصل مقصد کی بات کی طرف ذہن

منتقل ہی نہ ہو جبکہ اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو عبارت کی ابتداء و انتہاء میں بڑا تعارض و تناقض نظر آئے گا کہ مسئلہ ہے جان بوجھ کر جرم کرنے والے اور نماز چھوڑنے والے اور غلطی و بھول سے جرم کرنے والے اور نماز نہ پڑھنے والے کے درمیان فرق کو بیان کرنا کہ ہر ایک جانتا ہے کہ جان بوجھ کر کیا ہوا جرم زیادہ سخت و موجب عقاب ہوتا ہے بہ نسبت بھول کر کئے ہوئے جرم کے یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے موصوف نے ابتدا میں مثالیں بیان کرتے ہوئے جیسا انداز اختیار کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے مجرم کی کوئی سخت سزا بیان کریں گے لیکن چلتے چلتے عمداً جرم کرنے والے اور نماز چھوڑنے والے کا تو کوئی حکم بیان نہیں کیا اور غفلت کی وجہ سے یا بھول کر نماز چھوڑنے والے کا حکم بتلا گئے کہ وہ نماز قضاء کر لے اور جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس کے حکم کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ حالانکہ جس طرح مثالیں بیان کرتے ہوئے عمداً نماز چھوڑنے والے کے لئے جارحانہ انداز اختیار کیا تھا اس کا حکم بھی اسی جارحانہ انداز میں بیان کرنا چاہئے تھا لیکن جارحانہ انداز تو کجا سرے سے اس کے حکم کا ذکر ہی نہیں کیونکہ یا تو موصوف کو اس کے حکم کا علم نہیں یا جو موصوف کے نزدیک اس کا حکم ہے اگر اس کو ذکر کرتے ہیں تو خود اپنے آپ دام میں پھنستے ہیں بایں وجہ اس کو ذکر ہی نہیں کیا کہ موصوف کے نزدیک عمداً (جان بوجھ کر) نماز چھوڑنیوالے کے لئے صرف توبہ واستغفار کافی ہے اور بھول کر نماز چھوڑنے والا اس کی قضاء کرے گا اگر یہ ذکر کر دیتے تو ہر کس و ناکس ان سے سوال کرنے کی جرات کر سکتا تھا کہ جناب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بھول کر نماز چھوڑنے والے کا کفارہ سخت ہو کہ وہ قضا کرے اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کا کفارہ صرف توبہ واستغفار ہو۔ فیا عجبا و اسفا لکم۔

۳ اللہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان اکابرین پر جو قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط کرنے کا طریقہ اس کے اصول و قوانین مدون کر کے اور بعد والوں کو سکھلا کر قیامت تک کی آنے والی امت کے لئے آسانی کر کے چلے گئے اور پھر اللہ رب

العزت ان کی قبروں کو بھی نور سے بھر دے جنہوں نے علم دین حاصل کرنے والوں کے نصاب و منہج میں وہ تمام چیزیں رکھیں اور پڑھنے والوں کو سکھلائیں جن کے بغیر انسان کے علم کی حیثیت سمندر کے جھاگ کی سی ہوتی ہے جبکہ ان علوم وفنون کے ذریعہ غواص گہرائی میں غوطہ لگانے تہہ تک پہنچ کر موتی نکالنے کی صلاحیت واستعداد پیدا ہوتی ہے جس میں علم اصول تفسیر، علم اصول حدیث، علم اصول فقہ، منطق صرف نحو بلاغت لغت وغیرہ کو خاص دخل ہے کہ یہ سب علوم وفنون قرآن وحدیث وفقہ کے صحیح مطلب ومفہوم سمجھنے میں مددگار و معین ثابت ہوتے ہیں اور جو اس قسم کی باتیں کرے کہ بھول کر نماز چھوڑنے والے کے ذمہ قضا ہے جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑنے والے کے ذمہ قضا نہیں اس کو ان علوم وفنون کی ہوا بھی نہیں لگی جبھی وہ بے چارا اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے جو کسی ذی عقل کی بھی عقل ماننے کو تیار نہیں۔

❹ اداء، اعادۃ، قضاء ان تینوں الفاظ کا معنی ومطلب سمجھئے۔

اداء کا معنی ہے "فعل الواجب فی وقته" کسی واجب کو اپنے وقت میں ادا کرنا۔ اعادہ کا معنی ہے "فعل مثل الواجب فی وقته"۔ واجب کے مثل کو وقت میں ادا کرنا۔ قضاء کا معنی ہے "فعل الواجب بعد وقته" یا ایقاع الصلاۃ بعد وقتها۔ واجب کو وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔ یا نماز کو وقت کے بعد پڑھنا۔ یعنی نماز کا وقت جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے اس کو اس وقت پر ادا نہ کرنے کا نام قضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَـٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾﴾ (النساء: ۱۰۳) ترجمہ: "بے شک مؤمنین پر نماز وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔" اور دیناً وعقلاً مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنے کا پورا اہتمام کرے کہ وہ نماز اس کے ذمہ واجب ہو چکی ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے وقت پر نہ پڑھے گا بلکہ اسے موخر کر دے گا تو گناہ گار ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقت نکلنے کی وجہ سے وہ نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئی ہاں اب ادا تو نہیں ہو سکتی البتہ قضا

اس کے ذمہ باقی رہے گی یعنی اسے پڑھنا ضروری ہے جیسا کہ قضاء کے معنی سے مفہوم ہوتا ہے خواہ کبھی بھی پڑھے۔ اور خواہ جتنی بھی نمازیں ہوں۔

❺ جان بوجھ کر جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضا کرنا ضروری ہے یہ جمہور کا مذہب بلکہ امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس کے برخلاف موصوف ومحترمہ کا دعویٰ ہے کہ ایسے نمازوں کی قضا نہیں بلکہ صرف بھول کر چھوڑی گئی نمازوں کی قضا ہے۔ اور فرماتے ہیں ''کہ آپ کے پاس اپنے دعویٰ کے اوپر کوئی صریح دلیل نہیں ہے آپ نے بے کار ورق سیاہ کئے ہیں ایک حوالہ بھی آپ کے پاس نہیں۔'' میں موصوف سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے پاس اپنے دعویٰ کے اثبات پر کوئی نص صریح موجود ہے۔ جس میں صراحۃً کہا گیا ہو کہ ایسی نمازوں کی قضا واجب نہیں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں انشاء اللہ ایسی کوئی صریح نص لا کے نہیں دکھا سکتے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس قائل کو اصول حدیث اصول فقہ سے کوئی مناسبت ہوتی تو اس قسم کے جھگڑے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ کہ یہ حدیث ''من باب التنبیه بالادنی علی الاعلی'' کے قبیل سے ہے کہ ہر عقل مند جانتا ہے کہ جب بھول کر رہی ہوئی نمازوں کی قضا ضروری ہے تو جان بوجھ کر چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہوگی جیسا کہ ہدایت یا گمراہی میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا۔

❻ اصول فقہ میں ایک بحث ہے کہ اللہ کے احکامات مکلّف پر واجب ہونے کا سبب کیا ہے؟ کہ نماز بار بار بندوں پر کیسے واجب ہوئی ہے جب کہ ''اقیموا الصلاۃ'' نماز قائم کرو یہ حکم تو ایک مرتبہ نماز پڑھنے سے پورا ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نماز کے وقت کے مکرر ہونا حکم کی ادائیگی کے مطالبہ کے مکرر ہونے کا سبب ہے لہٰذا مثلاً ظہر کی جب نماز کا وقت آیا تو ''اقیموا الصلوۃ'' کا حکم اس کی طرف متوجہ ہوا اب اس کے ذمہ تھا اس کو وقت میں ادا کر کے ماجور ہونا لیکن جب اس نے اس وقت میں ادا نہ کیا تو اب یہ اس کے ذمہ قرض ہو گیا جس کی ادائیگی بہرحال اس کے ذمہ

ضروری ہے اور قرض سے چھٹکارا صرف قرض کی ادائیگی کی صورت میں ہوتا ہے اور وقت پر قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے قرض خواہ سے معافی بھی مانگنی پڑتی ہے یا دوسری صورت یہ ہے کہ قرض خواہ معاف کر دے اب اس کا علم تو قیامت میں ہی ہوگا کیونکہ وحی کا دروازہ تو بند ہو گیا جس کے ذریعہ اللہ کی معافی کا معلوم ہو سکے۔ لہٰذا وہ وقت مقررہ پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا جس کے لئے توبہ ضروری ہے اور جو چیز اس کے ذمہ واجب ہو چکی وہ جبھی اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی جب وہ ادا کر لے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ عامداً کے ذمہ قضاء واجب ہونے کی صریح دلیل باری تعالیٰ کا ارشاد اقیمو الصلوۃ ہے بشرطیکہ کوئی سمجھنے والا ہو۔

باقی بھول کر اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے درمیان فرق ہے دونوں کا حکم ایک ہی نہیں کہ بھول کر یا کسی عذر کی وجہ سے چھوڑنے والے پر گناہ نہیں اس کا کفارہ صرف نماز کی ادائیگی ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں "لا کفارۃ لھا الا ذلك" اور ترمذی کی روایت میں ہے "لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقضۃ" جبکہ بلا عذر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے لئے گناہ ہے جو توبہ سے ساقط ہوگا۔ باقی نمازوں کی ادائیگی وقضا دونوں کے ذمہ ہے فرق صرف گناہ کے ہونے نہ ہونے میں ہے۔ (دیکھئے فتح الباری: ۳/۶۲)

اختصار کے باوجود بھی یہ مضمون کافی طویل ہو گیا باقی مکمل تفصیل وتوضیح کے لئے رجوع کیجئے مفتی تقی عثمانی صاحب کے فتویٰ کی طرف جو البلاغ میں شائع ہوا ہے۔

خواتین کا طریقہ نماز

جمہور امت کے نزدیک مرد وخواتین کے طریقہ نماز میں فرق ہے جبکہ محترمہ موصوف ابوانشاء کے نزدیک (مساوات کے دعوی کی بناء پر) مرد و

عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔ موصوف سے چند سوالات اور مذہب حقانی کا اثبات۔

اشکال: خواتین کے طریقۂ نماز کا مردوں سے مختلف ہونا احادیث سے قطعاً ثابت نہیں۔ (خیر خواہی: ص ۱۶۷)

جَوَابٌ: موصوف نے بڑے پرزور طریقہ سے اپنی جرات دکھاتے ہوئے کہہ دیا کہ قطعا ثابت نہیں اگر ثابت نہیں تو موصوف مندرجہ ذیل احادیث کا کیا جواب دیں گے اور قارئین بھی مندرجہ ذیل احادیث کو پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ فرق ہے یا نہیں؟

❶ "عن عبدربه بن سليمان بن عمير قال رايت ام الدرداء ترفع يديها فى الصلوة حذو منكبيها." (جزء رفع اليدين للامام البخاری: ۷)

تَرْجَمَہ: "حضرت عبدربہ بن سلیمان بن عمیر فرماتے ہیں میں نے حضرت ام الدرداء رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔"

❷ "عن ابن جريج قال قلت لعطاء تشير المراه بيديها بالتكبير كالرجل قال لا ترفع بذلك يديها كالرجل واشار فخفض يديه جدا وحملها اليه جدا وقال ان للمراة هيئة ليست للرجل." (مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۲۳۹)

تَرْجَمَہ: "حضرت ابن جریج فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء سے کہا کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ کرے گی آپ نے فرمایا نہیں عورت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے اور اشارہ کر کے بتایا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بہت ہی پست رکھے اور اس کو اپنے سے بہت ہی زیادہ ملائے اور فرمایا کہ عورت کے لئے ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کے لئے

نہیں ہے۔"

❸ "عن یزید بن ابی حبیب انه صلی اللّٰه علیه وسلم مرّ علی امراتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المراة فی ذلك لیست کالرجل."

(مراسیل ابی داود: ۸، سنن کبری بیهقی: ۲/۲۲۳)

ترجمہ: "حضرت یزید بن حبیب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت کا حکم (سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں۔"

بیہقی نے اگرچہ روایت کو خود موصول طریقہ سے بھی روایت کیا ہے لیکن علامہ بیہقی فرماتے ہیں مرسل روایت کی سند اس باب میں موصول روایت والی سند سے زیادہ احسن ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اعلاء السنن ۳/ ۲۸۔

❹ "عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه مرفوعا اذا جلست المراة فی الصلوة وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیها کاستر ما یکون لها فان اللّٰه تعالٰی ینظر الیها ویقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها." (کنز العمال: ۷/۵۴۹، رواه ابن عدی فی الکامل والبیهقی)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے تو ایسی عورت کی طرف اللہ

تعالیٰ نظر رحمت فرما کر ارشاد فرماتے ہیں اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے اس کی مغفرت کر دی۔"

اگرچہ بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں۔

❺ "عن ابی اسحق عن الحارث عن علی رضی اللّٰہ عنه قال اذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذیها."

(مصنف ابن ابی شیبه: ۲۷۹/۱، بیهقی: ۲۲۲/۲)

ترجمہ: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔"

❻ "عن ابن عباس انه سئل عن صلٰوة المراة فقال تجتمع و تحتفر." (مصنف ابن ابی شیبه: ۲۷۰/۱)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔"

❼ "اعن ابراهیم قال اذا سجدت المراة فلتتزق بطنها بفخذیها ولا ترفع عجیزتها ولا تجافی کما یجافی الرجل." (مصنف ابن ابی شیبه: ۲۷۰/۱، بیهقی: ۲۲۲/۲)

ترجمہ: "ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جس طرح مرد دور رکھتا ہے۔"

❽ "عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفرن (یعنی یستوین جالسات علی اوراکهن)." (جامع المسانید: ۴۰۰/۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہار زانو بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا کہ وہ خوب سمٹ کر اپنی سرینوں کے بل بیٹھا کریں۔“

اعلاء السنن میں ہے ”قلت هذا اسناد صحيح“ کہ یہ اسناد صحیح ہے اور اس پر مصنف اعلاء السنن نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے ”فمن شاء التفصيل فليراجع ثمه“ (اعلاء السنن: ۳/۲۸)

”قال الامام عبدالحی واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع اليدين علی الصدر.“ (السعاية: ۲/۱۵۶)

علامہ عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے یعنی یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

علامہ عبدالحی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اتفاق نقل کرنے کے بعد نمونہ کے طور پر دیگر فقہاء کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

”قال الامام ابوزيد القيروانی المالكی وهی فی هيأة الصلوة مثله غير انها تنضم ولا تفرج فخذيها ولا عضديها فتكون منضمة مزوية فی جلوسها وسجودها.“

(الرسالة بحواله نصب العمود: ۵۰)

ترجمہ: ”امام ابوزید قیروانی مالکی فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی بس عورت اپنے جلسہ اور سجدہ دونوں میں خوب ملی ہوئی سمٹی ہوئی ہوگی۔“

”قال الشافعی وقد ادب اللّٰه تعالٰی النساء بالاستتار

وادبھن بذلك رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم واجب للمراۃ فی السجود ان تضم بعضھا الی بعض وتلعق بطنھا بفخذیھا وتسجد کاستر ما یکون لھا وھکذا احب لھا فی الرکوع والجلوس وجمیع الصلوۃ ان تکون فیھا کاستر ما یکون لھا.'' (کتاب الامام: ۱/۱۱۵)

ترجمہ: ''حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول ﷺ نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لئے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکائیں اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے اسی طرح ان کے لئے پسندیدہ ہے کہ رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز میں وہ اس طرح نماز پڑھیں جس سے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے۔''

''قال الامام الخرقی الحنبلی والرجل والمراۃ فی ذلك سواء الا ان المراۃ تجمع نفسھا فی الرکوع والسجود وتجلس متربعة او تسدل رجلیھا فتجعلھا فی جانب یمینھا قال الشارح ابن قدامه الاصل ان یثبت فی حق المراۃ من احکام الصلوۃ ما ثبت للرجال لان الخطاب یشملھا غیر انھا خالفته فی ترك التجا فی لانھا عورۃ فاستحب لھا جمع نفسھا لیکون استرلھا فانه لا یومن ان یبدو منھا شیء حال التجافی.'' (المغنی لابن قدامه: ۱/۵٦۲)

ترجمہ: ''کہ مرد وعورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے عورت رکوع و

سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرلے یعنی سکیڑ لے پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا
سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے وغیرہ۔''

مندرجہ بالا احادیث وآثار واجماع امت فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہیئت کے اعتبار سے مرد وعورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے۔ مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہری مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء اور کوفہ میں حضرت حماد کا فتویٰ یہ ہی تھا کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۲۳۹۔

باقی حدیث ''صلوا کما رایتمونی اصلی'' حدیث عام ہے اور فرق بیان کرنے والی احادیث خاص ہیں یا اس سے مراد نماز کا خشوع وسکون ہے نہ کہ ہیئت۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ کے نبی کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے۔ خلیفہ راشد حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کہہ رہے ہیں کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے تابعین وتبع تابعین کا فتویٰ ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے ائمہ اربعہ کے جلیل القدر متبعین فرما رہے ہیں کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے قیاس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ فرق ہونا چاہئے کیونکہ عورت میں ستر (پوشیدگی) مطلوب ہے ان سب سے آنکھیں موند کر کے موصوف کا یہ کہنا کہ مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اور خصوصیت پر دلالت کرنے والی احادیث کے باوجود ایک حدیث کے عموم سے استدلال کرنا یہ مخالفت رسول وصحابہ واجماع امت وفقہاء کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ آپ ہی خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟ لہٰذا موصوف کا یہ دعویٰ کہ ''خواتین کے طریقہ نماز کا مردوں سے مختلف ہونا احادیث سے قطعا ثابت نہیں'' قطعاً باطل ہے۔

مسجد میں عورتوں کی حاضری

جمہور امت کے نزدیک فی زمانا فتنہ کے بڑھ جانے کی وجہ سے عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے صاحب خیر خواہی وصاحبہ الہدی کے نزدیک جائز ہے بلکہ محترمہ کی طرف سے اس کی بھرپور ترغیب ہے صاحب خیر خواہی کے عجیب وغریب طریقہ وارادت کا انکشاف......۔

اشکال: اگر دین کسی مخصوص فقہ کا نام ہے تو واقعی عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے اگر دین اللہ اور رسول کی اطاعت کا نام ہے تو پھر خواتین کا مسجد میں آنا اور پردے کا اہتمام کرتے ہوئے نماز ادا کرنا عین تقاضائے اسلام ہے۔ (خیر خواہی: ص ۴۸)

جواب: اس بارے میں مکمل وضاحت ہدایت یا گمراہی میں لکھی جا چکی ہے اس سلسلہ کی تمام حدیثیں بھی نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے سمجھنے والے کے لئے اور عقل سلیم رکھنے والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے لیکن جو تجاہل عارفانہ اور تعامی باصرانہ سے کام لیتے ہوئے سمجھنے و پڑھنے کی کوشش ہی نہ کریں اس کے لئے اللہ سے دعا ہی مانگی جا سکتی ہے تاہم پھر بھی ازارہ ہمدردی و خیر خواہی صاحب خیر خواہی کے علم میں اضافہ کے لئے کچھ لکھتا ہوں ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کے لئے اور ان کے ممدوحین ومقلدین کے لئے راہ راست پر آنے کا ذریعہ بنا دے۔

❶ اولاً واضح رہے کہ اس سلسلہ کی تمام احادیث سے بخوبی وبآسانی اندازہ ہوتا ہے عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ موصوف بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ عورت کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے جبکہ وہ خیر القرون (دنیا کا بہترین) کا زمانہ تھا فتح الباری میں ہے "ولا يخفى ان محل ذلك اذا امنت المفسدة منهن عليهن" (فتح: ۳۰۱/۳) اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے سختی سے منع کیا کہ خوشبو لگا کر

کوئی نہ نکلے اور دن کو نکلے رات کو نہ نکلے کیونکہ رات میں معاملہ پوشیدہ رہتا ہے۔

(فتح:۴/۳۰۱)

اس فتنہ کا ادراک واحساس کرتے ہوئے حضرت عائشہ کو وہ قول کہنا پڑا جو کہ بخاری ومسلم میں موجود ہے اور ہدایت وگمراہی میں اسے نقل کیا ہے بعض حضرات نے اگرچہ حضرت عائشہ کے اس قول سے مطلقاً عورتوں کے نکلنے کے ناجائز ہونے پر دلیل پکڑی ہے لیکن حضرت عائشہ کے قول سے حکم کی بالکلیہ تبدیلی تو لازم نہیں آتی کیونکہ وہ حضرت عائشہ کی رائے ہے بہرحال اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی رائے منع کی تھی نہ کہ جواز کی۔ جیسا کہ فتح الباری ہے۔

''وتمسك بعضهم بقول عائشه فی منع النساء مطلقا اذ لا يترتب على ذلك تغيير الحكم لانها علقته على شرط لم يوجد بناء على ظن ظنته فقالت (لو رأى المنع) حتى ان عائشة لم تصرح بالمنع وان كان كلامها يشعر بانها كانت ترى المنع.'' (فتح: ٤/٣٣)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عائشہ نے خلاف حدیث کیوں رائے قائم کی کوئی تو وجہ تھی کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا کو یہ کہنا پڑا اگر آپ کو اس کی وجہ معلوم نہیں تو میں بتاتا ہوں کیونکہ ان کے سامنے وہ دینی اصول وقواعد تھے جو کہ تقاضہ کرتے تھے اس بات کا کہ فساد وفتنہ کو جڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیا جائے۔

جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے:

''لما شاهدت من القواعد الدينية المقتضية لحسم مراد الفساد.'' (عمدة: ٦/٢٢٨)

اور چونکہ ہمارا عقیدہ وایمان ہے کہ ہماری امی عائشہ ہم سے اور آپ سے زیادہ حدیث کو سمجھنے والی تھیں اس وجہ سے ہم نے ان ہی کی رائے کا احترام کرتے ہوئے یہ

مسئلہ اختیار کیا ہے اس لئے ہمارے متعلق لب کشائی کرنے سے قبل سوچ لیجئے گا کہ یہ لب کشائی مہنگی نہ پڑ جائے۔

❷ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں فتنہ کے احتمال کے انتہائی کم و بعید ہونے کے باوجود آپ نے گھروں کو افضل قرار دیا تو جب احتمال بہت زیادہ اور قریبی ہو بلکہ اس کا واقع ہونا یقینی ہو تو حکم بھی اسی کے حساب سے سخت ہوگا اور جو چیز پہلے افضل تھی وہی چیز متعین و واجب ہو جائے گی۔

اعلاء السنن میں ہے:

"وعلة احتمال الفتنة ولو بعيدا فلو كان الاحتمال قريبا متوقعا او حاصلا واقعا كان الامر اشد ويكون ذلك الافضل متعينا واجبا." (اعلاء السنن: ٤/٢٤٢)

اور عمدۃ القاری میں علامہ عینی حدیث عائشہ کے تحت لکھتے ہیں۔

"لو شاهدت عائشة رضى الله عنها ما احدث نساء هذا الزمان من انواع البدع والمنكرات لكانت اشد انكار."

(عمدة: ٦/١٥٨)

کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس زمانہ کی منکرات و بدعات کو دیکھ لیتی تو نہایت شدت سے انکار فرماتی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نویں ہجری کے متعلق یہ بیان فرما رہے ہیں آج تو پندرہویں ہجری ہے اس زمانہ میں تو عورتوں کی بے حیائی و بے احتیاطی کی انتہا ہو چکی ہر وہ جو قرآنی حکم تھا رخصت ہوتا چلا جا رہا ہے اس کی جگہ قسم قسم کے فیشن ایبل لباس آ چکے ہیں ایسے پرفتن زمانہ میں عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت دینا اور حضور اقدس ﷺ کے مقدس زمانہ سے استدلال کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

❸ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد کے حالات کے بدلنے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عورتوں کو نکلنے سے روکا کرتے تھے اور اس کو ناپسند سمجھتے تھے۔ آخر کیوں؟ اعلاء السنن میں ہے:

"ومن ثم منع الصحابه رضى الله تعالىٰ عنهم خروجهن." (اعلاء: ٤/٢٤٢)

❹ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا تو عورتوں نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے شکایت کی تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا نے فرمایا:

"لو علم النبى صلى الله عليه وسلم ما علم عمر رضى الله عنه ما اذن لكن فى الخروج." (حاشية فتح القدير: ١/٣١٧)

اگر نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ان تمام حالات کا علم ہوتا جو آج عمر کو ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی نکلنے سے منع فرما دیتے۔ کیا آپ صحابہ وحضرت عمر سے زیادہ احادیث کا مطلب سمجھنے لگے۔

❺ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ وہ جمعہ کے روز کھڑے ہوکر عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالتے (اور ظاہر ہے کہ یہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوتا تھا) جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے۔

"وكان ابن عمر يقوم يحصب النساء يخرجهن من المسجد." (عمدة: ٦/١٥٧)

❻ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھروں کو جاؤ گھر تمہارے لئے بہتر ہیں۔

(الترغیب والترہیب: ١/٢٢٨)

❼ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ عورتوں کے نکلنے میں فتنہ کا خوف ہے اور یہ حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہوتی ہے اس لئے ہمارے اصحاب اس کے مکروہ تحریمی ہونے کے قائل ہوئے۔

"قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنه وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام فھو حرام." (عمدة: ٦/٢٢٤)

❽ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں کہ ایک طرف اجازت والی احادیث ہیں اور ان کے لئے ناسخ بھی کوئی نہیں اور دوسری طرف وہ عام آیات واحادیث ہیں جو کہ فتنہ میں پڑنے سے روکنے والی ہیں جیسے قرآن کی آیت ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾ وغیرہ اور عورت کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے اس لئے ان آیات واحادیث کی بناپر اسے روکا جائے گا اور اجازت والی احادیث کو عدم فتنہ پر محمول کیا جائے گا۔ (فتح القدیر:۱/۳۱۷)

❾ ہر حکم کی ایک علت ہوتی ہے علت ختم حکم ختم۔ اسی طرح کسی چیز کو مطلق چھوڑا جاتا ہے شرط کے ساتھ شرط ختم اطلاق ختم۔ اسی طرح یہاں خروج النساء مطلق تھا عدم فتنہ کی شرط کے ساتھ شرط ختم کہ وقوع فتنہ ہے اطلاق ختم کہ خروج مطلق نہ رہا مقید ہو گیا۔

(فتح القدیر:۱/۳۱۷)

❿ اول زمانہ میں عورتوں کا نکلنا مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ کر کے دکھلانے کے لئے تھا کیونکہ آپ علیہ السلام نے حیض والی عورتوں کو بھی نکلنے کا حکم دیا تھا جبکہ انہوں نے نماز نہیں پڑھنی تھی اور فتنہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا اب یہ دونوں علتیں نہ رہیں۔

(معارف السنن:۴/۴۴۵)

⓫ عبداللہ بن مبارک جیسا عظیم محدث عیدین میں بھی عورتوں کو نکلنے کو ناپسند سمجھتے تھے کہ خاوند اس کو نکلنے سے روک سکتا ہے سفیان ثوری جیسے جلیل القدر تابعی عورتوں کے عید تک کے لئے نکلنے کو ناپسند و مکروہ قرار دیتے تھے۔ (ترمذی:ص۱۲۰)

ان کے علاوہ تمام فقہاء ومحدثین نے بہت بوڑھی عورت کے علاوہ جوان ادھیڑ عمر یا جس کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو ایسی عورتوں کے نکلنے کو مکروہ قرار دیا ہے البتہ بوڑھی عورت کو اجازت دی گئی ہے اس لحاظ سے تو یہ مسئلہ اتفاقی ہوا۔

مندرجہ بالا جوابات کی روشنی میں میرا آپ سے سوال ہے کہ جس فتنہ کی علت اور

خوف کی وجہ سے صحابہ نے ان تمام حدیثوں کے سامنے ہونے کے باوجود اپنی عورتوں کو روکا حضرت عائشہ کی رائے منع کی قائم ہوئی بعد میں آنے والے محدثین اس کومکروہ قرار دیتے رہے (سوائے بوڑھی عورتوں کے) فقہاء نے گویا ایک قسم کی اتفاقی رائے قائم کی باوجودیکہ تمام احادیث ان کے سامنے تھیں اور وہ مجھ سے اور آپ سے زیادہ احادیث کو سمجھنے والے تھے ان تمام باتوں کے ہوئے جواز کا قائل ہونا یہ سوائے ہٹ دھرمی کے اور صحابہ وتابعین ومحدثین کے مقابلہ میں اپنی رائے کوترجیح دینے کے علاوہ اوران مقدس ہستیوں کی گستاخی و بے ادبی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

باقی یہ اعتراض کہ یہ نظریہ حدیث کے صراحۃً خلاف ہے اس کا اعتراض کا بے کار و مہمل ہونا آپ کوگزشتہ تحریر سے سمجھ آیا ہی گیا ہوگا کہ یہ نظریہ حدیث کے خلاف نہیں بلکہ عین احادیث کی روح کے مطابق ہے (ان کان بصیرا) اور اگر پھر بھی یہ اعتراض ہے تو صاحب خیر خواہی کا یہ اعتراض صرف ہم پر نہیں بلکہ (نعوذ باللہ خاکم بدہن) یہ اعتراض تو پھر صحابہ تابعین ومحدثین سب پر ہی ہوگا جبکہ آپ نے اسے عین اسلام قرار دیا ہے کیا نعوذ باللہ مذکورہ تمام لوگ عین اسلام کے تقاضہ سے ناآشنا تھے یا جاننے کا باوجود عمل پیرانہ تھے؟ کدھر سر چھپاؤ گے۔

اشکال: کوئی ان نام نہاد مفتیوں سے پوچھے کہ ماحول صرف مسجد کا خراب ہے۔ (ص ۵۰)

جواب: لا حول ولا قوة الا باللّٰه ، استغفر اللّٰه. لگتا ہے کہ موصوف عورتوں کے مسجد جانے کے جواز پراس لئے تلے ہوئے ہیں تاکہ ان عورتوں کا بازار کالج یونیورسٹی جانے کا جواز پیدا ہو جائے ایسی قیاس آرائیوں پر تو استغفار کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا جبکہ ہر ذی عقل اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ دونوں معاملہ بالکل الگ و علیحدہ ہیں وہ مسئلہ ہے عبادت کے لئے مسجد آنے جانے کا اور یہ مسئلہ ہے عورت کا اپنی ضرورت کے لئے باہر نکلنے کا دونوں مسئلوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور اس نکلنے

کے شریعت میں مستقل احکامات مع قیودات موجود ہیں جو اس وقت ہماری بحث سے خارج ہیں اس کے باوجود مجھے افسوس و حیرانگی ہے کہ صاحب خیر خواہی کا قلم کس طرح بے باکانہ چلا ہے کہ انہوں نے اس صفحہ میں اپنے گھر کی عورتوں، ماؤں بیٹیوں کا حال کھول کے رکھ دیا اور ذرہ برابر بھی نہ جھجکے نہ حیا کی اللہ ہم سب کو اس ماحول اور اس قسم کی حرکتوں سے حفاظت فرمائے آمین۔ اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ابھی تک اس قسم کے ماحول کے تصور سے بھی دور رکھا ہوا ہے۔

عورتوں کی امامت کا مسئلہ

جمہور امت کے نزدیک عورتوں کی امامت جائز مع الکراہت ہے جبکہ ڈاکٹر صاحبہ اور ان کے مریض ابوانشاء صاحب کے نزدیک مطلقاً جائز ہے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دلانے والوں کے لئے چند حقائق۔

اشکال: اگر کوئی عورت دیگر عورتوں کی امامت کرائے تو جائز ہے۔

(خیر خواہی: ص ۱۱۸)

جواب: خیر القرون زمانہ میں عورتوں کی اجتماعی نماز کے اہتمام کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اگر یہ خیر کا عمل ہوتا اور فضیلت والی چیز ہوتی تو صحابیات اس عمل کا ضرور اہتمام کرتیں کیونکہ وہ لوگ ثواب و فضیلت کے حصول پر بہت زیادہ حریص تھے اور جن دلائل سے موصوف نے عورتوں کی جماعت کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ صحابیات کا جزوی عمل ہے جو یا تو عورتوں کی تعلیم کے غرض سے تھا یا بیان جواز کے لئے تھا مستقل معمول نہ تھا اور چونکہ عورتوں کی جماعت میں ایک مستقل سنت کا ترک ہے کہ امام کا قوم سے آگے کھڑا ہونا مستقل سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر ہمیشگی اختیار فرمائی ہے اور اس سنت پر عمل نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے جبکہ عورتوں کی امامت میں اس سنت کا ترک لازم آتا ہے اور اگر آگے کھڑی ہو تو اس کا کشف لازم آتا ہے یہ بھی مزاج شریعت کے خلاف

ہے اسی وجہ سے فقہاء نے عورتوں کی امامت کو جائز مع الکراہت کہا ہے جبکہ موصوف مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔

اشکال: ''لا خیر فی جماعۃ النساء'' مرفوع روایت نہیں نہ ہی صحیح سند سے ثابت ہے۔ (خیر خواہی: ص ۱۲۰)

جواب: اس روایت کو غیر مرفوع قرار دینا بالکل درست نہیں کہ ہدایت یا گمراہی ص ۹۰ میں یہ روایت مرفوعاً الی النبی ﷺ ہی نقل کی گئی ہے مرجع کے حوالہ کے ساتھ اگر موصوف مرجع کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیتے تو اس قسم کی غلطی میں نہ پڑتے۔ اور موصوف نے کہا کہ نہ ہی صحیح سند سے ثابت ہے اس روایت کی سند میں ابن ابی لھیعہ ہے جس کی وجہ سے بظاہر اس کی سند کچھ کمزور نظر آتی ہے لیکن امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے اور بہت سے محدثین نے اس کی روایت کو حجت بنایا ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد: ص ۱۲۶)

اگرچہ حضرت عائشہ کا عمل اس روایت کے خلاف ہے کہ انہوں نے عورتوں کی امامت کی ہے تو ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ ان کی روایت کراہت پر دلالت کرتی ہے اور ان کا عمل صرف جواز پر اور ہم دونوں کو جمع کرتے ہوئے ہی جواز مع الکراہت کے قائل ہوئے ہیں۔

اشکال: ''لا یؤم المراۃ'' یہ حضرت علی کا قول ہے ایک صحیح اور مرفوع حدیث کے مقابلہ میں موقوف روایت کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں رکھی۔

(خیر خواہی: ص ۱۲۰)

جواب: موصوف کا کلیۃً حضرت علی کے قول کو رد کرتے ہوئے کہنا کہ قطعا کوئی حیثیت نہیں ایک نامناسب امر ہے کہ ایک صحابی کے قول کو اس طرح رد کر دیا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پہلے تو اندازہ ہوا تھا کہ موصوف صرف اصول فقہ سے ناآشنا ہیں آہستہ آہستہ انکشاف ہو رہا ہے کہ اصول حدیث سے

بھی نابلد ہیں کہ اگر مرفوع وموقوف میں تعارض ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے کاش پہلے اس کو پڑھ لیتے بعد میں کوئی قلم اٹھاتے تا کہ کم از کم ایک صحابی کے قول کو بے حیثیت قرار دینے سے تو بچ جاتے فالی اللّٰہ المشتکی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے تمام رجال ثقات ہیں اور یہ سند صحیح ہے۔ جیسا کہ اعلاء السنن میں ہے۔

''رجاله كلهم ثقات ولا يضره عدم تسمية الراوى عن علی فان شيوخ ابی ذئب كلهم ثقات سوى البياضى فالسند صحيح'' (اعلاء: ٤/٢٢٧)

جبکہ موصوف نے اس کے مقابلہ میں ام ورقہ والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اب اس کا بھی حال دیکھ لیجئے۔ اول تو ام ورقہ کی حدیث ایک معین عورت کے بارے میں ہے اور حدیث عائشہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک عام حکم اور قاعدہ کلیہ ثابت ہوتا ہے اور ام ورقہ والی حدیث ایک خاص حکم کا فائدہ دیتی ہے جس میں بہت سے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں اس لئے اس کے مقابلہ میں حدیث علی و عائشہ راجح ہوں گی۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اپنے اطلاق کے ساتھ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ عورت مطلقاً امامت کی صلاحیت نہیں رکھتی نہ مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے۔ (اعلاء: ۴/۲۲۷)

ثانیاً حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اضطراب ہے۔ ایک سلسلہ یہ ہے ولید بن عبداللّٰہ بن جمیع عن جدتہ۔ دوسرے سلسلہ میں عن جدتھا کے بجائے عن امھا ہے اور تیسرا سلسلہ یوں ہے ''عن الولید عن جدته لیلی بنت مالك عن ابیھا عن ام ورقه'' اس میں ابیھا کی زیادتی ہے جبکہ چوتھا سلسلہ یوں ہے ''عن الولید عن جده عن ام ورقه'' درمیان میں جدہ ہی نہیں۔ جبکہ دوسرے طریق میں جو کہ عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری سے منقول ہے

اس میں حافظ ابن حجر نے عبدالرحمٰن بن خلاد کو مجہول الحال قرار دیا ہے۔ (بذل المجود:۱/۳۳۰)
اس کے علاوہ پہلے طریق میں راوی ولید بن عبداللہ کے متعلق علامہ منذری کہتے ہیں فیہ مقال۔ اس میں کلام ہے۔ ابن القطان کہتے ہیں مجہول الحال ہے۔ (اعلاء السنن:۴/۲۲۹)
ان تمام باتوں کے باوجود موصوف نے معلوم نہیں کس طرح ام ورقہ والی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے قابل حجت قرار دے دیا جبکہ اس کے مقابلہ میں حدیث عائشہ مرفوع بھی ہے قاعدہ کلیہ بھی ہے سند کے اعتبار سے صحیح بھی ہے کہ اس کے راوی ابن لہیعہ کا حال ولید بن عبداللہ سے احسن ہے کیونکہ فن رجال کے مشہور ائمہ میں سے کسی نے بھی اس کو مجہول الحال قرار دیا نہیں اور ام ورقہ والی حدیث جزوی ہے سند میں اضطراب ہے راوی مجہول الحال ہونے کی وجہ سے کمزور ہے لہٰذا حدیث عائشہ راجح و قابل استدلال ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ اس سے جواز ثابت ہوگا کراہت پھر بھی باقی رہے گی پھر مزید یہ کہ آپ ﷺ نے عورتوں کی کوٹھڑی میں پڑھی ہوئی نماز کو سب سے افضل قرار دیا ہے تو کوٹھڑی میں عورتوں کی جماعت و امامت کیسے ہوسکتی ہے؟ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ”ومعلوم ان المخدع لا یسع الجماعۃ وکذا قعر بیتھا۔“
(فتح القدیر:۱/۳۰۷)

تقلید پر اعتراضات

تمام امت کا اجمالی و اتفاقی فیصلہ ہے کہ تقلید ضروری اور خواہش پرستی و گمراہی سے بچانے والی ہے جبکہ فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ اور ان کے مداح ابو انشاء تقلید شخصی کو شرک سے قرار دیتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ ابو انشاء صاحب خود تقلید شخصی کر کے مشرک کی فہرست میں تو نہیں آ رہے۔

تقلید شخصی حرام اتباع رسول فرض ہے۔ (خیر خواہی: ص ۱۶۷ خلاصہ تحریر)
موصوف نے تقلید کے بیان میں ہدایت یا گمراہی کے بہت سے جملہ لے کے ان

کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تقلید شخصی حرام ہے۔ جبکہ موصوف یہ بھول چکے ہیں کہ اس وقت وہ خود موصوفہ کے سب سے بڑے مقلد نظر آرہے ہیں کہ تقلید وہ بھی ایک عورت کی۔

بہرحال ان تمام باتوں کے مشترکہ طور پر جواب کے لئے مختصراً چند باتیں عرض کرتا ہوں تقلید کی تعریف۔ ''التقلید العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج بلا حجة منها.'' کہ جس شخص کا قول ماخذ شریعت میں سے نہیں ہے اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کر لینا۔ کہ جو شخص براہ راست قرآن وسنت سے احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ جس مجتہد کو قرآن وسنت کے علوم کا ماہر سمجھتا ہو وہ اس کی فہم بصیرت اور اس کے تفقہ پر اعتماد کر کے اس کی تشریحات کے مطابق عمل کرتا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ اس میں کونسا شرک ہے؟ اور یہ کونسا حرام کام ہے جناب جس طرح شرک بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح بلا کسی وجہ کے کسی کو شرک میں مبتلا قرار دینا بھی بڑا گناہ ہے۔

تقلید کی صورتیں۔ ① دین کے بنیادی عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ② جو احکام شریعت بداہۃً ومکمل وضاحت کے ساتھ ثابت ہوں ان میں تقلید نہیں ہوتی ③ قرآن و سنت کی جو نصوص قطعی الدلالۃ ہوں اور جن کا کوئی معارض موجود نہیں ان میں تقلید کی ضرورت نہیں ④ قرآن وسنت سے اگر مختلف باتوں کا اثبات ہو یا کوئی ایسا مسئلہ جس میں صراحۃً قرآن وحدیث کا کوئی حکم موجود نہ ہو تو کسی ایک معنی کو معین کرنے کے لئے یا اس مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے اپنے ذہن کے بجائے کسی مجتہد کی فہم وعقل پر اعتماد کر کے اس کی تقلید کی جاتی ہے۔

مجتہدین امت کسی کے نزدیک معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں بلکہ ان کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے اگر کسی متبحر عالم کو اپنے مجتہد کا قول کسی صحیح وصریح حدیث کے خلاف نظر آئے اور اس کا کوئی معارض موجود نہ ہو تو اس کے لئے چند شرائط کے

ساتھ مجتہد کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کسی عامی و جاہل شخص کو ایسی کوئی حدیث نظر آ جائے جو بظاہر اس کے امام کے مسلک کے خلاف معلوم ہوتی ہو تب بھی اس کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے مسلک پر عمل کرے اور اس حدیث کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا صحیح مطلب میں سمجھ نہیں سکا ہمارے امام کے پاس اس کے معارض کوئی قوی دلیل ہوگی کہ اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اگر اسے کھلم کھلا اختیار دے دیا جائے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ایک ایسا وسیع و عمیق فن ہے کہ اس میں عمریں کھپا کر بھی ہر شخص اس پر عبور حاصل نہیں کر سکتا۔

اتنی وضاحت کے بعد میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس میں کون سی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے کیا یہ طرزِ عمل بھی شرک ہے تو پھر دنیا میں کون سا ایسا کام ہے جو شرک سے خالی ہے۔ جو حضرات تقلید کے مخالف ہیں عملاً تو وہ خود بھی مقلد ہیں کہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ماں کے پیٹ سے تو عالم مجتہد مفتی بن کر نہیں آتا اور نہ ہی بعد میں ہر کوئی شخص عالم بنتا ہے اور اگر عالم بھی ہو تو وہ بھی ہر وقت کتاب و سنت کے پورے ذخیرے کی طرف رجوع نہیں کرتا چنانچہ جو غیر عالم ہیں وہ اپنے علماء سے پوچھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں یا جو ان کے فتاوی چھپے ہیں جن میں سے تقریباً نصف فتاوی بغیر دلیل کے ہیں اس کو پڑھ کر ان پر اعتماد کرتا ہے اسی کا نام تو تقلید ہے۔ اور جو حضرات باقاعدہ قرآن و سنت کے عالم ہوتے ہیں وہ انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ کیا وہ ہر پیش آنے والے مسئلہ میں تفسیر وحدیث کے تمام ذخیرہ کو کھنگال کر کوئی مسئلہ مستنبط کرتے ہیں اگر انصاف و حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو اس سوال کا جواب کلیۃً نفی میں ہے جبکہ موصوف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو حنفی ہیں اس نے چونی کو لیا ہے بارہ آنے کو چھوڑ دیا تو کیا غیر مقلد نے سارے ذخیرہ احادیث کو کھنگال کر ان تمام پر عمل کر کے کیا پورا روپیہ لے لیا (نہیں بلکہ حقیقت میں ایک آنہ بھی نہیں لیا تو چونی لینے والا ان سے بہتر

ہوا) حقیقت تو یہ ہے کہ غیر مقلدین کے علماء حضرات بھی ذخیرہ تفاسیر واحادیث کی طرف رجوع کرنے کے بجائے علمائے متقدمین کی کتابوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ یہ حضرات حنفی یا شافعی مسلک کی کتابوں کے بجائے علامہ ابن تیمیہ ابن حزم ابن القیم قاضی شوکانی جیسے حضرات کی کتابوں کے طرف رجوع کرتے ہیں اور صرف اس اعتماد پر ان کے اقوال اختیار کرتے ہیں کہ یہ حضرات قرآن وحدیث کے اچھے عالم ہیں اور ان کے اقوال عموماً قرآن وسنت سے معارض نہیں۔ فما الفرق بیننا و بینکم۔

پھر عموماً ہماری مستدل احادیث کو بڑی آسانی سے آپ لوگ ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ جو حدیث آپ کے مشرب ومسلک کے خلاف ہو فوراً ضعیف ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں خواہ وہ ضعیف ہو یا نہ ہو چلو اگر وہ ضعیف ہے بھی سہی تو معلوم کیسے ہوگا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ظاہر ہے کہ اس تحقیق کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں کہ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کی طرف رجوع کر کے ان کی تقلید کی جائے کہ جب آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو اس کا جواب آپ کے پاس بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اسے فلاں محدث نے ضعیف قرار دیا یا اس کے راوی پر فلاں امام نے جرح کی ہے تو اس امام کی جرح کو اور محدث کے قول کو بلا دلیل کیوں مانتے ہو کیونکہ عموماً کتابوں میں ضعیف ہونے کی وجہ یا جرح کا سبب تو منقول نہیں ہوتا اس کے باوجود صرف ایک کے کہنے پر اس راوی کو ضعیف قرار دے کر پوری حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہو یہ تقلید شخصی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم تو قرآن و حدیث سے مستنبط شدہ احکام میں تقلید کریں تو مجرم قرار پائیں آپ اس سے آگے بڑھ کر حدیث کی صحت وضعف جیسے معاملہ میں تقلید شخصی کر کے بھی تقلید کے انکاری بنو یہ کہاں کا انصاف ہے آخر کہاں تک بچ کے جائیں گے یہ تقلید آپ کے گلے کی گھنٹی بن چکی ہے جتنا نفی میں سر ہلاؤ گے اتنا ہی یہ گھنٹی بجے گی اور آپ کے مقلد ہونے کا اعلان

کرے گی۔

لہٰذا تقلید کوئی عیب نہیں۔ کہ اس کا رواج صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بھی تھا کہ جو صحابہ بذات خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے وہ فقہاء صحابہ سے رجوع فرماتے تھے۔ مدینہ کے سات فقیہ جو مشہور ہیں ان کا کیا مطلب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ دینے کے لئے چند صحابہ کو کیوں مقرر فرمایا تھا باقی صحابہ ان سے کیوں پوچھتے تھے؟ یہ سب آپ سے سوالات ہیں لہٰذا اگر تقلید کی وجہ سے آپ ہمیں مجرم قرار دیتے ہیں تو گذشتہ سوالوں کے متعلق کیا جواب دیں گے۔

تقلید شخصی۔ جہاں تک تقلید شخصی کا معاملہ ہے تو صحابہ وتابعین وتبع تابعین (خیر القرون) کے زمانہ سے تقلید مطلق تقلید شخصی دونوں ثابت ہیں اور دونوں کا وجود ملتا ہے اگر تقلید شخصی کو حرام قرار دیتے ہیں تو ان اصحاب کے عمل کے متعلق بھی کیا آپ کی یہ ہی رائے ہوگی جن کے متعلق اللہ نے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بشارت دی ہے؟ براہ کرم کسی قسم کا حکم لگانے سے قبل صحابہ کرام تابعین کی زندگی اوران کے عمل کو بھی دیکھ لیا کریں لکیر کے فقیر بن کر مطلقاً کوئی حکم لگا دینا اور ضد وعناد میں حد سے آگے بڑھ جانا بعض دفعہ مہنگا پڑ جاتا ہے جو آپ کے لئے مہنگا پڑ چکا ہے۔ لہٰذا تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا وجود و ثبوت قرآن وحدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل واقوال سے ثابت ہے اور ہمارے آج کی زمانہ کی ضرورت تقلید شخصی ہے اس کے بغیر سوائے فتنہ وگمراہی وخواہش پرستی کے کچھ نہیں کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عقل وفہم سے سمجھنے کے بجائے اکابرین کے عقل وفہم پر اعتماد کیا جائے۔

باقی اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور ہر اعتبار سے مکمل تشفی اور ہر اعتراض کے جواب کے لئے مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب تقلید کی شرعی حیثیت کا مطالعہ فرمائیں۔

تصویر و چہرہ کا پردہ

شکر ہے کہ موصوف ابوانشاء صاحب ان مسئلوں میں ہماری حمایت کر گئے لیکن موصوفہ کی طرف ان دونوں مسئلوں کی نسبت کرنے سے گھبرا رہے ہیں۔ آخر اتنا اندھا اعتماد کیوں۔ محترم کس چیز کا خوف ہے کسی چیز کے کم ہو جانے کا یا ان کی ناراضگی کا؟

جاندار چیزوں کی تصویریں حرام ہیں چاہے ہاتھ سے بنی ہوں یا کیمرے سے یکساں حکم رکھتی ہیں پردہ کے احکامات میں چہرہ شامل ہے۔ (از خیر خواہی)

ان دونوں مسئلوں میں موصوف بھی وہی نظریہ رکھتے ہیں جو اہلسنت والجماعت کا نظریہ ہے اور محترمہ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کا یہ نظریہ ہوگا اور باوجود رابطہ کی کوشش کے ان سے رابطہ بھی نہ ہوسکا کہ ان سے حقیقت حال دریافت کر لی جاتی۔

جواب: وہ تمام مسائل جن میں صاحب خیر خواہی کا نظریہ ہدایت یا گمراہی میں لکھے ہوئے صحیح مسئلہ کے مطابق ہے اور محترمہ کی طرف اس کے خلاف نسبت کی گئی ہے ان تمام مسائل میں موصوف نے محترمہ کی غلطی ماننے کے بجائے موردالزام ہمیں ہی ٹھہرایا کہ آپ نے ان کی طرف غلط مسئلہ کی نسبت کی ہے جب کہ یہ موصوف کا ان کے متعلق صرف گمان ہے جس کی بنیاد ان پر اندھے اعتماد و خوش فہمی و حسن ظن کے علاوہ کچھ نہیں کاش یہ حسن ظن موصوف ہمارے ساتھ بھی قائم کر لیتے تو شاید موصوف کو محترمہ سے اظہار ہمدردی کے لئے اتنی لمبی چوڑی کتاب لکھنے کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی۔

اور مزہ کی بات یہ ہے کہ وہ مسائل جو موصوف کے نظریہ کے خلاف ہوئے ان مسائل میں موصوف نے جب بھی محترمہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو وہ بیرون ملک سفر سے باہر گئی ہوئی تھیں میں پوچھتا ہوں کیا ابھی تک بھی واپسی ہوئی ہے یا نہیں

جناب ابوانشاء صاحب وہ ان مسائل میں کبھی آپ سے رابطہ کریں گی بھی نہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو جایئے گا کہ میرا ان سے رابطہ ہو جائے گا۔ بندہ نے بھی کتاب کی تالیف کے دوران کئی بار ان سے حقیقت حال معلوم کرنے کے سلسلہ میں فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر چور کی داڑھی میں تنکا۔ میں اور آپ تو اپنی جگہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کو محترمہ نے خود تین مرتبہ ملاقات کا وقت دیا حضرت بے چارے اپنی گوناگوں مصروفیت کے باوجود ان کی اصلاح اور حقیقت حال سمجھانے کے خاطر ان کا انتظار کرتے رہ گئے مگر محترمہ چقمہ دے گئیں۔ آخر جب وہ حق پر ہیں تو وہ برملا سامنے آنے سے اور کھل کر اپنے نظریات بیان کرنے سے کیوں کتراتی ہیں۔ آخر ایسی احتیاط بھی کیا ہے کہ بندہ ان کی تحریر یا کوئی کتابچہ یا کوئی رسالہ تلاش بسیار کے باوجود بھی کہیں سے حاصل نہ کر سکا۔ محترمہ چونکہ بڑی سمجھدار ہیں اپنی حفاظت کرنا بخوبی جانتی ہیں اس لئے وہ کسی سے مکالمہ (بات چیت) کرنے کے لئے تیار نہیں جو کچھ بھی ہے ان کی کیسٹوں میں ہے اور کیسٹ سننے کی زحمت تو موصوف نے گوارا نہیں کی جبکہ اس کی نشاندہی بھی کی گئی تھی تو اور کون ساری کیسٹوں کے مجموعہ کو سن کر حقیقت حال سے پردہ ہٹائے گا۔ اور پھر یہ کہ آج کوئی بات ہے کل اپنی بات بدل دی پہلے کہی ہوئی بات محفوظ تو ہے نہیں جو قابل مواخذہ ہو سکے اور اس کا اعتراف تو صاحب خیر خواہی اپنی کتاب میں کر چکے ہیں چنانچہ موصوف کہتے ہیں ''البتہ محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کی طرف منسوب جملہ مسائل جاننے سے بندہ قاصر رہا تاہم چیدہ چیدہ مسائل کے بارہ میں موصوف نے نظریات کو کتاب وسنت کے متصادم نہیں پایا۔'' (خیر خواہی: ص ۹۱)

لیکن اس اعتراض کے باوجود بھی موصوف اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہوئے الزام تراشی سے نہ چوکے اور اپنی کتاب میں لکھتے چلے گئے کہ ''بندہ نے جب حقیقت جاننے کی کوشش کی تو ناچیز پر یہ راز افشاں ہوا کہ محترم مفتی صاحب حقیقت سے لاعلمی کی بنیاد پر پہاڑ بناتے چلے گئے۔'' (خیر خواہی: ص ۹۱)

جناب اگر میں حقیقت سے لاعلم ہوں تو آپ ان کے اتنے قریبی ہمدرد و خیر خواہ ہونے کے باوجود کون سا حقیقت سے واقف ہو گئے۔

باقی جہاں تک حقیقت سے لاعلمی کا تعلق ہے تو آیئے ہم آپ کو حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں کہ اس کا تو آپ کو بھی اعتراف ہے کہ ان کے نظریات واضح نہیں کہ ہر ایک واقف ہو سکے اس لئے ہم نے ان خواتین سے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے جو اول ان کے درس قرآن میں جایا کرتی تھیں بعد میں جب حقیقت کھلی اور انہوں نے توبہ کی تو انہوں نے اور بعض ان خواتین نے جو ابھی تک ان کے درس میں شرکت کرتی ہیں انہوں نے ان کے متعلق ان نظریات سے آگاہ کیا (جیسا کہ ہدایت یا گمراہی کے آخر میں مس سیمہ افتخار کے استفتاء سے بھی ثابت ہوتا ہے) کہ موصوفہ کے نزدیک چہرہ کا پردہ نہیں اور ہماری خواتین نے بھی دیکھ کر بتایا کہ جتنی خواتین ان کے درس میں جاتی ہیں ننانوے فیصد خواتین کے چہرہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں تاہم موصوفہ خود نقاب لگاتی ہیں تو اگر ان کا نظریہ بھی یہ ہی ہے تو اس کی عمومی ترغیب کیوں نہیں دی جاتی بلکہ اس پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی؟ آخر کس بات کا خطرہ ہے؟ یہ ہی ہے کہ اگر حق بات لوگوں کے سامنے بیان کر دی تو اتنا جم غفیر جو خواتین کا نظر آرہا ہے سب چھٹ جائے گا۔ پھر کون آئے گا پھر مجھ میں اور بقیہ علماء میں کیا فرق رہ جائے گا۔

اور جہاں تک تصویر کا تعلق ہے اس کے لئے اسلام اور فوٹو گرافی کیسٹ سن لیجئے آپ کے علم میں اضافہ ہوگا بشرطیکہ وہی کیسٹ ہو جو میں نے اس وقت سنی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں ابوانشاء صاحب اور ان کے واسطہ سے محترمہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ اگر ان کا حق پر ہونے کا دعویٰ ہے تو اپنا محتاط رویہ چھوڑ کر برملا کھلم کھلا حقائق لوگوں کے سامنے بیان کریں جو آپ سے حقیقت حال پوچھنا چاہے اسے مطمئن کریں کنی نہ کترائیں کہ اس چیز نے آپ کو مشتبہ اور مجہول الحال بنا دیا ہے۔

اوران تمام کے باوجود اگر محترمہ کا ان مسئلوں میں وہی نظریہ ہے جو کہ اہل حق کا نظریہ

ہے تو بہت اچھی بات ہے پھر ہمیں ان سے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور جو پہلے لکھا گیا وہ کسی الزام تراشی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی متعلقہ بعض خواتین نے جو بتایا اس کے مطابق لکھ دیا گیا اس کو الزام تراشی نہ سمجھا جائے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

صاحب خیر خواہی نے اپنی روش کے مطابق موصوفہ کے مذہب ونظریہ کے مطابق تین طلاق کے ایک طلاق ہونے کو صحیح و درست قرار دیا ہے کیونکہ موصوفہ نے یہ مسئلہ غیر مقلدین سے ہی لیا ہے اور اس مسئلہ میں موصوفہ نے انہی کی تقلید کی ہے بایں وجہ اس مسئلہ کی حمایت تو موصوف کے ذمہ فرض و واجب تھی کیونکہ نہ غیر مقلدین کے پاس دلائل ہیں نہ محترمہ کے پاس بس دونوں کے پاس ایک دوسرے کا سہارا ہے دلائل پر سہارا ہونے کے اعتبار سے دونوں کمزور ہیں اگر دلائل ہیں تو کیا وہ دلائل فقہاء متقدمین احناف کو چھوڑیئے شوافع مالکیہ حنابلہ محدثین تابعین میں سے کسی کو بھی نظر نہ آئے کوئی ایک تو اس کا قائل ہو ہی جاتا۔ آپ کے پاس سوائے حضرت عبداللہ بن عباس کے حدیث سے استدلال کے کچھ نہیں کہ تین ایک ہوتی ہے جبکہ عیسائیوں کی طرح تثلیث کا یہ عقیدہ اہلسنت والجماعت کا نہیں اور ہر عقل مند جانتا و سمجھتا ہے کہ تین تین ہوتی ہیں کبھی تین ایک نہیں ہوا۔ آپ کو کوئی تین کروڑ یا تین لاکھ دینے کا کہے ایک ہی مجلس میں پھر آپ کو ایک لاکھ دے تو آپ فورا جھگڑا کرنے کھڑے ہو جائیں گے کہ صاحب آپ نے تو تین کہے تھے دے ایک رہے ہیں وہ کہے گا صاحب آپ خود ہی تو کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین ایک ہی ہوتی ہیں آپ کسی صورت بھی اس کے ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے کہ آخر پیسوں کا جو معاملہ ہے تو شریعت کے اتنے بڑے حکم میں اتنی بڑی ہیرا پھیری نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے جبکہ یہ مذہب شیعوں کا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''لا یقع الطلاق اذا اوقعها مجموعة وهو قول الشیعة

وبعض اهل الظواهر." (فتح:۹/۳۶۳)

اور ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ امام مسلم نے یہ حدیث اس لئے ذکر نہیں کی کہ اس سے تثلیث کا ایک ہونا ثابت ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں جیسا امام مسلم کے باب سے معلوم ہوتا ہے "باب الطلقات الثلٰث" اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو حضرت عبداللہ بن عباس کا وہ فتویٰ جو کہ صحیح سند کے ساتھ سنن ابی داود میں مجاہد کے طریق سے مذکور ہے۔ وہ فتویٰ اس روایت کے خلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ فتویٰ جو کہ صحیح مسلم کی روایت کے خلاف ہے سنن بیہقی میں متعدد طرق سے مروی ہے اور اگر راوی اپنے مروی کے خلاف فتویٰ دے تو یہ خلاف اگر کسی ذاتی خواہش پر مبنی ہو تو راوی کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو روایت منسوخ سمجھی جاتی ہے اور ابن عباس کے بارے میں ہم تو ہرگز یہ تصور نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنی روایت کے خلاف فتویٰ کسی ذاتی غرض کی بنا پر دیا ہو اور اگر روایت کو منسوخ نہ مانا جائے اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں طلاق کا یہ ہی طریقہ رہا ہو تو پھر حضرت ابن عباس اس کے خلاف کیسے فتویٰ دے سکتے تھے۔

علامہ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"واخرجه ابوداود بسند صحيح من طريق مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاء ه رجل فقال انه طلق امراته ثلاثا فسكت حتى ظننت انه سيردها اليه فقال ينطلق احدكم فيركب الاحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس ان الله قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا وانك لم تتق الله فلا اجد لك مخرجا عصيت امراتك وبانت منك امراتك." (فتح الباری: ۹/۳۶۲)

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ فتویٰ حدیث مسلم کے خلاف ہے لہٰذا فقط اس پر عمل ہوگا نیز ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث پر یہ سوال بھی متوجہ ہوگا کہ چونکہ یہ مسئلہ حلال وحرام سے متعلق ہے اگر واقعی تین کو ایک سمجھا جاتا تو پھر اس کے راوی فقط عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کیوں ہیں ان کے علاوہ دوسرے صحابہ سے اس بارے میں روایت کیوں نہیں؟ جبکہ ان سے بڑے ایک خلیفہ راشد عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کے برخلاف فیصلہ فرماتے ہیں اور یہ صحابہ کرام کے سامنے کی بات ہے اور ایک صحابی نے بھی ان کے اس حکم سے اختلاف نہیں کیا جس سے اس مسئلہ پر صحابہ کا اجماع معلوم ہوا۔ اور جو صحابہ کے اجماع کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی رائے و فیصلہ کو ٹھونسنے کی کوشش کرے تو کیا اس کا علم صحابہ کے علم سے زیادہ ہے کیا وہ صحابہ سے زیادہ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث اور قرآن کی آیات کا مطلب سمجھنے والا ہے؟

ان سب کے بعد ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں کہ موصوف و موصوفہ دونوں کے نزدیک اجماع امت کی کوئی اہمیت و حقیقت نہیں جیسا کہ سیمہ افتخار کے استفتاء سے بھی واضح ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ قضائے عمری والے مسئلہ سے اور اس کے بعد اس مسئلہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ نیز اگر غیر مقلدین کو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس فیصلہ سے اختلاف ہے تو ان کو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعہ کے بارے میں فیصلہ سے بھی اختلاف ہونا چاہئے تاکہ شیعوں کے ساتھ اس مسئلہ میں بھی مکمل ہم آہنگی پائی جائے کیونکہ متعہ کے بارے میں بھی اس قسم کی روایات آئی ہیں۔ چنانچہ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

"وفی الجمله فالذی وقع فی هذه المسئلة نظیر ما وقع فی مسالة المتعة سواء اعنی قول جابر انها کانت تفعل فی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر و صدر

من خلافة عمر قال ثم نهانا عمر فانتهينا۔"

(فتح الباری: ۹/۳٦٥)

خلاصہ یہ کہ تین طلاق تین ہیں یہ صرف فقہائے احناف کا مذہب نہیں جیسا کہ آپ نے خیر خواہی میں نقل کیا ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے بعد تمام صحابہ وتابعین جمہور امت احناف شوافع مالکیہ حنابلہ بلکہ ساری امت کا اتفاقی واجماعی مسئلہ ہے۔ سوائے معدودے چند آپ جیسے حضرات کے جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس سلسلہ میں بہت سے علمائے کرام نے مستقل رسالہ وکتب تصنیف کی ہیں جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ فمن شاء التفصيل فليراجع فيه۔

روایت بیان کرنا صحابہ پر تنقید نہیں

اشکال: مفتی صاحب کا تبصرہ پڑھنے کے بعد میں حیران ہوں کہ اس کا جواب لکھوں تو کیا لکھوں ...... ڈاکٹر صاحب سمیت کوئی مسلمان صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتا اور نہ ڈاکٹر صاحب کی کسی بات سے اس کا تاثر ملتا ہے۔

جواب: جتنی عبارت میں نے ہدایت یا گمراہی میں نقل کی ہے اتنی عبارت کو جو بھی پڑھے گا وہ یہ ہی کہے گا کہ اس طرح مثال دینا اور تشریح کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہم مانتے ہیں کہ صحابی گناہ سے معصوم نہیں ہوتے لیکن صحابی کی غلطی ایسی تشریح اور صحابی کے عمل کو آج کے چودھویں صدی کے گناہ گار آدمی کے عمل کے برابر قرار دینا اور صحابی کے متعلق اس قسم کی بدگمانی پھیلانا ان کے مرتبہ ومقام کا لحاظ کئے بغیر ایک مسلمان اور ایک واعظ کو کسی طرح بھی یہ زیب نہیں دیتا کہ جو آخری جملہ ہے "وہی سگنل والا دیکھنا"۔ یہ کوئی روایت کے الفاظ نہیں کسی محدث کی تشریح نہیں کسی فقیہ عالم کا قول

نہیں۔ اگر حدیث کی تشریح کرنی ہی تھی تو کیا اس جملہ کے بغیر حدیث کی تشریح نہیں ہوسکتی تھی کیا صرف حدیث کا سنانا کافی نہ تھا جو آگے یہ تشریح کرنی پڑی جس سے ہر پڑھنے والے کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ صحابی نے نامحرم کو اس طرح دیکھا تھا کہ نعوذ باللہ جس طرح آج کل کے نوجوان مرد سگنل پر عورتوں کو دیکھتے ہیں۔ کچھ تو غور کرو ابوانشاء صاحب۔ آپ نے لکھا ہے کہ گناہ تو گناہ ہی ہوتا ہے کوئی عام آدمی کرے یا کائنات کی کوئی برگزیدہ ہستی۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ غلطیاں صحابہ سے بھی ہوئیں لیکن کیا ان کا تقدس و احترام آپ کو اجازت دیتا ہے کہ آپ برملا ان کی غلطیوں کو اچھالتے ہوئے ان کو اپنے زمانہ کے لوگوں کے ہم پلہ قرار دے دیں کیا ان کے مقام رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا کوئی پاس کوئی خیال نہیں؟ بے شک صحابہ سے غلطیاں ہوئیں لیکن غلطی پر ان کو تنقید کا نشانہ اور طعن و ملامت کا ہدف تو نہ بنائیں انہیں برا بھلا تو نہ کہیں جتنا روایت میں مذکور ہے اتنا بیان کرنے سے تو کسی کو انکار نہیں سب کام جو خراب کیا ہے وہ محترمہ کے اگلے جملہ نے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبہ کے کلام سے تاثر ملتا ہے یا نہیں۔ فیصلہ قارئین خود فرمائیں نہ کہ ابوانشاء۔

آخر میں جناب ابوانشاء صاحب سے اتنی گزارش کرنا چاہوں گا کہ جناب کسی کی ہمدردی و خیر خواہی میں بے سوچے سمجھے اتنا آگے نہ جائیں کہ واپس آنا مشکل ہو جائے خدارا جمہور امت و مفسرین و محدثین وفقہائے دین کے خلاف کی روش چل کر اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق نہ بنائیں۔ ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَ ﴾ (النساء: ۱۱۵)

فروعی مسائل میں اختلاف ہوتا ہی ہے بہت سے مسائل میں احناف وشوافع و حنابلہ و مالکیہ کا آپس میں اختلاف ہے لیکن وہ سب اختلاف فروعیات میں ہے اصولیات دین وقطعیات میں اختلاف یا جس مسئلہ پر جمہور امت متفق ہو چکی ہو اس

مسئلہ میں اختلاف کرنا شرعاً وعقلاً مذموم وقبیح ہے اور اس اختلاف کا نقصان آپ ہی کو پہنچے گا کہ اس سے آپ ہی کی حیثیت مجروح وداغدار ہوگی جن سے اختلاف کیا ہے ان کی ذات کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ صرف لفاظی دکھا کر دوسرے کو نیچا ثابت کر دینا کوئی کمال نہیں حقائق ودلائل پر غور کیجئے بصیرت کی نگاہ سے دیکھئے سطحی وسرسری وظاہری نظر پر اکتفا نہ کیجئے۔ دریا میں غوطہ لگانے سے پہلے اس کی گہرائی کا اندازہ کر لیجئے ورنہ ڈوب جائیں گے سمندر ودریا کے ظاہر اوراوپر سے خس وخاشاک چننے کے بجائے گہرائی میں غوطہ لگا کر موتی نکالنے کی صلاحیت پیدا کیجئے اللہ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو راہ حق کی ہدایت نصیب فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.
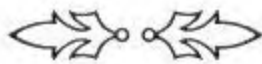
الہدیٰ انٹرنیشنل کے متعلق چند سوالات مع جوابات

جامعہ فاروقیہ سے جاری ہونے والے ماہنامہ الفاروق محرم الحرام ۱۴۲۱ھ میں الہدیٰ انٹرنیشنل کے متعلق چند سوالات کے جوابات تحریر کیے گئے تھے افادہ واستفادہ کے خاطر قارئین کے لئے پیشِ خدمت ہیں۔

آج کے دور کا سب سے خطرناک فتنہ یہ ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس میں اجتہاد اور وسعت فکر کے نام سے جدیدیت اور اباحیت کی پیوندکاری کی جائے اور یوں مسلمانوں کو رہے سہے دین سے محروم کر کے ان کی دنیا وآخرت تباہ کردی جائے۔

جدید طریقوں سے دین اسلام کی تبلیغ کا پرفریب نام اپنا کر ہمارے ملک میں بہت سے ایسے ادارے اسی خطوط پر کام کررہے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا، ان کا میدان عمل زیادہ تر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور بڑے گھرانوں کی خواتین ہیں، الہدی انٹرنیشنل بھی اسی قسم کا ایک ادارہ ہے جو اسلام آباد کی ہائی سوسائٹی میں متذکرہ بالا خلاف اسلام سرگرمیاں، اشاعت اسلام کے نام سے سرانجام دے رہا ہے، ہمیں اس کے متعلق چند سوالات موصول ہوئے تھے جن کا جواب قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) اسلام آباد کے تحت قائم انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن برائے خواتین کے بارے میں چند سوالات کا جواب درکار ہے:

الہدی انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن برائے خواتین ایک سالہ دورانیہ پر مشتمل ”ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن“ کراتا ہے۔ اس کورس میں کچھ مسائل سننے کو ملے، شرعی نقطہ نظر سے ان کی وضاحت مطلوب ہے۔

سوال نمبر ①: مرد اور عورتوں کی نماز کا طریقہ ایک ہی ہے جس کی توضیح میں یہ حدیث بیان کی گئی۔ ”نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔“ اس حدیث کی شرح یوں کی گئی ہے کہ اس میں مرد یا عورت کی تخصیص نہیں ہے، لہٰذا مرد و عورت کی نماز کا طریقہ ایک ہی ہے، نیز یہ بھی بیان کیا گیا کہ صحابیات میں سے ایک خاتون مردوں کے طریقے پر نماز پڑھتی تھیں۔

جواب: مرد و عورت کی نماز میں تفریق آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مراسیل ابی داود (ص ۸ مطبوعہ کارخانہ کتب کراچی) میں حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے۔

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ نے ان سے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو، کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں۔“

کنز العمال (جلد ۴ ص ۱۱۷ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۳ھ) میں بیہقی اور ابن عدی کے حوالے سے بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

ترجمہ: عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ رانوں سے چپکا لے ایسے طور پر کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردے کا موجب ہو۔

آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات سے جہاں عورت کے سجدے کا مسنون طریقہ معلوم ہوا کہ اسے بالکل سمٹ کر اور زمین سے چپک کر سجدہ کرنا چاہئے۔ وہاں دو اہم ترین اصول بھی معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نماز کے تمام احکام اول سے آخر تک مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں نہیں بلکہ بعض احکام مردوں کے لئے الگ ہیں اور عورتوں کے لئے ان سے مختلف، ہر صنف کو ان کی پابندی لازم ہے جو اس کے متعلق ہوں۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت کی اجازت نہیں۔

دوسرا اہم اصول معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے نماز کی وہ ہیئت مسنون ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ستر ہو۔ چونکہ مرد عورت کی نماز میں تفریق کا حکم آنحضرت ﷺ نے خود فرما کر اس کے لئے ایک اصول قاعدہ ارشاد فرمایا اس لئے امت کا تعامل و توارث اسی کے مطابق چلا آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جب عورت سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنی رانوں کو ملا لیا کرے۔ (کنز العمال: ۴/۲۲۲) حضرات فقہاء جب عورتوں کے ان مسائل کو جن کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے ذکر کرتے ہیں تو اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں جو اوپر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ عورت کے سجدے کی کیفیت کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور عورت اپنے سجدے میں سمٹ جائے۔ اور اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملالے کیوں کہ یہ اس کے لئے زیادہ پردے کی چیز ہے۔

یہ قریب قریب وہی الفاظ ہیں جو اوپر حدیث میں منقول ہوئے ہیں۔ اسی طرح قعدہ کی ہیئت دو طرح کی مروی ہے۔ ایک "تورک" یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لینا۔ چنانچہ سابقہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء نے عورتوں کے لئے "تورک" کو افضل قرار دیا کہ اس میں ستر زیادہ ہے، اور مردوں کے لئے "افتراش" کو افضل کہا گیا، کیوں کہ یہ ان کے مناسب حال ہے۔ چنانچہ قعدہ کی ہیئت کو ذکر کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رقم طراز ہیں۔

ترجمہ: "اگر عورت ہو تو اپنے سرین پر بیٹھ جائے اور پاؤں دائیں جانب نکال لے کیوں کہ اس کے لئے زیادہ پردے کی چیز ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد فرمودہ اصول کی رعایت صرف فقہائے احناف ہی نے نہیں کی بلکہ قریب قریب تمام ائمہ اور فقہائے امت نے اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے جیسا کہ ان کی کتب فقہیہ سے واضح ہے۔

سوال نامہ میں جن صحابیہ کے طرز عمل کا ذکر کیا گیا کہ وہ مردوں کی طرح نماز میں بیٹھا کرتی تھیں، وہ حضرت ام درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا ہیں۔ ان کے متعلق بخاری کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

ترجمہ: ''ام درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں اور فقیہہ تھیں۔ اس روایت کے آخری الفاظ ''وہ فقیہہ تھیں'' سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ عمل اپنی رائے اور اجتہاد پر مبنی تھا۔ اور فقیہہ کبھی اپنی رائے میں برحق ہوتا ہے اور کبھی اس سے خطا بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن چوں کہ اس کا اجتہاد مخلصانہ کوشش پر مبنی ہوتا ہے اس لئے وہ عند اللہ ماجور ہے، لیکن اس کا اجتہاد اور رائے دوسروں پر حجت نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

(بخاری: ۱/۱۱۴)

سوال نمبر ②: فوت شدہ نمازوں کی قضا سنت سے ثابت نہیں، اس کی توجیہ یہ بیان کی گئی کہ کافر جب مسلمان ہوتا ہے تو حالت کفر کی نمازوں کی قضا واجب نہیں۔ نیز یہ کہ حالت حیض میں جو نمازیں چھوٹ جاتی ہیں ان کی بھی قضا کا حکم نہیں لیکن ان ہی ایام میں فرض روزے اگر چھوٹ جائیں تو قضا واجب ہے۔

جواب: فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی کچھ نمازیں فوت ہوگئی تھیں۔ جنہیں آپ نے بعد میں قضا فرمایا۔ (دیکھئے ترمذی: ۱/۴۳، بخاری: ۱/۸۳، ۸۴، نسائی: ص ۱۰۲ وغیرہ)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جو شخص (وقت کے اندر) نماز ادا کرنا بھول جائے اسے چاہئے کہ (بعد میں) یاد آنے پر اس کو (ضرور) پڑھے۔'' (مسلم: ۱/۲۳۸)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا فوت شدہ نماز کی ادائیگی کا حکم فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بعد میں اس کی قضا واجب اور ضروری ہے خواہ وہ نماز عذر کی وجہ سے فوت ہوئی یا

بغیر عذر کے، کیوں کہ جب آپ ﷺ نے عذر کی بنا پر فوت شدہ نماز کی ادائیگی کا تاکیدی حکم فرمادیا تو بغیر کسی عذر کے چھوڑ دی جانے والی نماز کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہوگا۔

آخر میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نہایت سختی کے ساتھ رد کیا ہے جن کا کہنا ہے کہ بغیر کسی عذر کے فوت شدہ نماز کی قضا ضروری نہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول غلطی اور جہالت پر مبنی ہے۔ (شرح مسلم، للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ حوالہ بالا)

بہر حال فقہ کے چاروں اماموں کے نزدیک فوت شدہ نماز کی قضا ہر حال میں ضروری ہے اس کے خلاف کہنے والے بلاشبہ گمراہ اور دین سے بے بہرہ ہیں۔

قضا نمازوں کو حالت حیض میں چھوڑی گئی نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ حیض ایک دائمی عذر ہے۔ اگر ان ایام میں چھوڑی گئی نمازوں کی قضا کا حکم دے دیا جاتا تو حرج عظیم لازم آتا جبکہ روزوں کی قضا اس وجہ سے ضروری ہے کہ وہ سال میں صرف ایک مہینے رکھے جاتے ہیں اور ان کی قضا میں حرج نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں ناپاکی کے ایام کی نمازوں کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا جبکہ ان دنوں کے روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا۔ (رواه الجماعة عن معاذة)

لہٰذا عام اعذار جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں ان کو ایام حیض پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح قضائے عمری کو حالت کفر پر قیاس کرنا بھی محض جہالت ہے۔ کیونکہ کافر تو شریعت کی پابندی کا مکلّف ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جن کے نزدیک جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا ان کے ہاں گزشتہ نمازوں کی قضا بھی نہیں۔ ان کے قول کے مطابق وہ اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے۔ اگر ڈاکٹر صاحبہ بھی ان ہی کی ہم خیال ہیں تو وہ اس پر عمل کریں۔ لیکن جمہور علمائے امت نے اس قول کو صحیح قرار نہیں دیا جس کے دلائل اپنے مقام پر موجود ہیں۔

سوال نمبر ③: عورت امامت کر سکتی ہے بروایت حاکم حضرت عائشہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے امامت کرائی۔

جَوَابْ: عورت کی جماعت مکروہ ہے۔ تاہم اگر چند عورتوں نے مل کر جماعت کر لی تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ باقی جن صحابیات کے طرز عمل سے عورتوں کی جماعت پر استدلال کیا گیا ہے ان کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ ان کا ایسا کرنا یا تو عورتوں کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا یا نفس اباحت یا بیان جواز کے لئے تھا۔ مستقل معمول نہ تھا۔ پھر اس قسم کی روایات ابتدائے اسلام سے متعلق ہیں جو کہ بعد میں منسوخ ہو گئیں۔

(دیکھئے اعلاء السنن: ۴/ ۲۱۵ بدائع الصنائع: ۱/ ۱۵۷)

احناف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

❶ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں۔

(رواہ احمد والطبرانی وقد حسن الترمذی کذا فی اعلاء السنن: ٤/ ٢١٤)

❷ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ:

تَرْجَمَہ: ''عورت امامت نہ کرے۔'' (المدونہ امام مالك رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ١/ ٨٦)

اس روایت میں عورت کو مطلقاً امامت کرنے سے منع کر دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ عورت کو امام بننے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ نہ وہ مردوں کی امام بننے کے قابل ہے اور نہ ہی عورتوں کی امامت کر سکتی ہے۔ (اعلاء السنن: ٤/ ٢١٥)

سُؤَالْ نمبر ④: عورت کی آواز کا پردہ نہیں، توجیہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مسائل پوچھنے آتے تھے پردے میں۔ اب اگر آواز کا پردہ ہے تو کیا اس وقت کے دین میں اور اب کے دین میں کوئی فرق ہے یا تبدیلی آ گئی؟

جَوَابْ: عورت کی آواز کا پردہ ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بلا ضرورت غیر محرم کو اپنی آواز نہ سنائے اور اگر کسی غیر محرم سے (پس پردہ) بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو

کلام میں اس نزاکت اور لطافت کے لہجے سے بتکلف پرہیز کیا جائے جو فطرتاً عورتوں کی آواز میں ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو۔ (الاحزاب: ۳۲)

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جیسے عورتوں کے کلام کا فطری انداز ہوتا ہے کہ کلام میں نرمی اور نزاکت طبعی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر جب کہ بضرورت نامحرم مرد سے بولنا پڑے تو تکلف اور اہتمام سے اس فطری انداز کو بدل کر گفتگو کی جائے یعنی ایسے انداز سے جس میں خشکی اور روکھا پن ہو کہ یہ حافظ عفت ہے۔ اور یہ بداخلاقی نہیں ہے۔ بداخلاقی وہ ہے جس سے کسی کے قلب کو ایذا پہنچے اور طمع فاسد کو روکنے سے ایذا الازم نہیں آتی۔ (خلاصہ تفسیر للتھانوی از معارف القرآن: ۱۲۵/۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ کلام کے متعلق جو ہدایت دی گئی ہے اس کو سننے کے بعد بعض امہات المومنین اس آیت کے نزول کے بعد اگر غیر مرد سے کلام کرتیں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتیں تاکہ آواز بدل جائے۔ اسی لئے حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے۔

ترجمہ: ''نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عورتوں کو ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر (بلاضرورت اجنبی سے) بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔''

(رواہ الطبرانی سید حسن، تفسیر مظہری)

بہرحال اس آیت میں عورت کے پردہ سے متعلق آواز اور کلام پر احتیاطی پابندی لگادی گئی ہے اور تمام عبادات اور احکام میں اس کی رعایت کی گئی ہے کہ عورتوں کا کلام جہری نہ ہو جو مرد سنیں، امام کوئی غلطی کرے تو مقتدیوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے، مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کے بجائے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر

دوسرا ہاتھ مار کر بجادیں جس سے امام متنبہ ہو جائے، زبان سے کچھ نہ کہیں۔ حاصل یہ کہ عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ نامحرموں کے سامنے بوقت ضرورت پردے کے ساتھ گفتگو جائز ہے مگر لب ولہجہ میں سختی و درشتی ہونی چاہئے۔ جس سے دوسرے آدمی کو عورت کی طرف کشش پیدا نہ ہو۔ نہ بلا پردہ کلام کرنے کی اجازت ہے۔ نہ بلا ضرورت۔

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ازواج مطہرات کی گفتگو بقدر ضرورت دینی مسائل پوچھنے کی حد تک تھی اور وہ بھی پردہ کے پیچھے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ﴿فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ تَرجَمہ: ''ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہوتو پس پردہ پوچھو'' اس لئے پس پردہ پوچھتے تھے۔ پھر ''مسلمانوں کی ماں'' پرآج کی عورت کواور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مقدس معاشرے پر آج کے گندے معاشرے کو قیاس کرنا کتنی بدترین حماقت اور کم عقلی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت نہیں بدلی۔ اور نہ ہی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد کسی کو شریعت کے بدلنے کا اختیار ہے لیکن جن قیود وشرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اجازت دی۔ توجب ان شرائط اور قیود کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو اجازت بھی باقی نہیں رہے گی۔

سُؤال نمبر ⑤: حنفی مسلک میں ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند گم ہو جائے تو عورت کو چاہئے کہ ننانوے سال انتظار کرے، جب ننانوے سال گزر جائیں تو پھر چار مہینے کی عدت پوری کرے، جبکہ ایک اور مسلک میں یہ مدت صرف چند (۲ یا ۳ کم و بیش) سال ہے۔ لوگوں نے خواہ مخواہ دین کو مشکل بنایا ہوا ہے، جب کہ ہم جس مسلک کے مسئلے پر چاہیں عمل کرلیں، کوئی حرج نہیں۔

جَواب: یہ بات بھی احناف کے مسلک سے بے خبری کی بنا پر کہی گئی ہے۔ زوجہ مفقود (جس کا شوہر لاپتا ہو جائے) کے بارے میں حنفیہ کا مسلک ازروئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے۔ تاہم فقہا نے حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے وقت کی

نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلے میں حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے مذہب پر فتویٰ دے دیا ہے اور ایک عرصے سے ارباب فتویٰ اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول پر متعلقہ شروط کی رعایت کے ساتھ فتویٰ دینا اختیار کرلیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہوگیا ہے۔ (دیکھئے حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ ونکاح از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر۱)

سُوَال نمبر ⑥: کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ عورتوں کو بغیر کسی ضرورت کے گھر سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہئے، بھائی کہاں لکھا ہوا ہے؟ بلکہ صرف پردے کا حکم ہے، اگر عورت نے پردہ کیا ہوا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

جَوَاب: یہ قرآن وحدیث ہی میں لکھا ہوا ہے کہ عورت بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلے قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾

(احزاب: ۳۳)

تَرجَمہ: ''اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں۔ اور دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں۔'' (ترجمہ شیخ الہند رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ اس آیت شریفہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے پردہ کے متعلق دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ اصل مطلوب عنداللہ عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں ان کی تخلیق گھریلو کاموں کے لئے ہوئی ہے۔ ان میں مشغول رہیں۔ اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ ''حجاب بالبیوت'' ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کبھی عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے۔ بلکہ برقع یا جلباب جس میں پورا بدن ڈھک جائے وہ پہن کر

نکلے جیسا کہ آگے اسی سورۂ احزاب میں اس کی تفصیل آئے گی۔ان شاء اللہ۔

(دیکھئے معارف القرآن، سورہ احزاب)

❶ طبرانی میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لئے کوئی حصہ نہیں۔بجز اس کے کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی اضطراری صورت پیش آجاہے۔'' (رواہ الطبرانی، کذا فی الکنز: ۸/ ۲۰۳)

❷ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سراپا شر ہے۔پس جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے''یعنی اس کو مسلمانوں میں برائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے۔'' اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ تَرجَمَہ: ''عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے بیچ میں مستور ہو۔''

فَائِدَہ: اس حدیث میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ اصل عورتوں کے لئے یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں باہر نہ نکلیں۔

❸ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا: بتاؤ! عورت کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے۔ہمیں اس سوال کا جواب نہ سوجھا۔حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے اٹھ کر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس گئے۔ان سے اسی سوال کا ذکر کیا۔حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: آپ لوگوں نے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اجنبی مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ ان کو کوئی دیکھے۔حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے واپس آکر یہ جواب آنحضرت ﷺ سے نقل کیا۔آپ نے فرمایا یہ جواب تمہیں کس نے دیا۔عرض کیا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے۔فرمایا فاطمہ آخر میرے جگر کا ٹکڑا ہے نا۔(حلیۃ الاولیاء: ۲/ ۴۰، ۴۱، مجمع الزوائد عن مسند البزار: ۹/ ۲۰۳)

❷ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا:

''تمہارے لئے اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کے لئے گھر سے نکلو'' چنانچہ حجۃ الوداع میں جب ازواج مطہرات کو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ساتھ حج کرا دیا (جو کہ ضرورت تھی) تو واپسی کے وقت فرمایا ''ھذہ ثم لزوم الحصر'' ہذہ کا اشارہ اس حج کی طرف ہے اور حصر حصیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی بوریا کے ہیں۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ تمہارا نکلنا صرف اس کے لئے ہو چکا۔ اس کے بعد اپنے گھروں کے بوریوں کو لازم پکڑو۔ ان سے نہ نکلو۔ حضرت سودہ بنت زمعہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حدیث کا یہ مفہوم قرار دیا کہ تمہارا خروج صرف اس حجۃ الوداع کے لئے جائز ہے آگے جائز نہیں۔ باقی اور ازواج مطہرات جن میں صدیقہ عائشہ جیسی فقیہہ بھی داخل تھیں سب نے اس کا مفہوم یہ قرار دیا کہ جس طرح کا یہ سفر تھا کہ ایک شرعی عبادت کی ادائیگی کے لئے ہو بس اسی طرح کا خروج جائز ہے۔ ورنہ اپنے گھروں میں رہنا لازم ہے۔

سوال نمبر ⑦: عورت کے نام کے ساتھ والد ہی کا نام جاتا ہے نہ کہ خاوند کا۔

جواب: ہمارے عرف میں شادی کے بعد عورت کی پہچان چوں کہ شوہر سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور شوہر کا نام لگانے میں نسب کے اقتباس کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا نام استعمال کرنے میں حرج نہیں۔ اور جہاں والد کا نام ساتھ لگانے کا عرف ہو اور شوہر کا نام لگانے سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو وہاں والد کا نام لگایا جائے۔

سوال نمبر ⑧: عورتوں کو گھر پر نماز پڑھنا ٹھیک نہیں، اگر یہ صحیح ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی عورتوں کو مسجد میں نماز کی اجازت نہ دیتے وغیرہ۔

جواب: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حدیث اور فقہ کے مسلم امام ہیں فرماتے ہیں کہ عورتوں کو نماز کے لئے نکلنے کا حکم ابتدائے اسلام میں دشمنان کی نظروں میں مسلمانوں

کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے دیا گیا تھا۔ اور یہ علت اب باقی نہ رہی۔

محدث کبیر علامہ بدرالدین عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس علت کی وجہ سے بھی اجازت ان حالات میں تھی جب کہ ان کا دور دورہ تھا۔ اب جبکہ دونوں علّتیں ختم ہو چکی ہیں لہٰذا اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

(دیکھئے درس ترمذی: ۲/۳۲۱)

مسند احمد میں حضرت ام حمید ساعدیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: "مجھے معلوم ہے کہ تم کو میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے مگر تمہارا گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور احاطے میں نماز پڑھنا اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (میرے ساتھ) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام حمید رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کے اس ارشاد کو سن کر اپنے گھر کے لوگوں کو حکم دیا کہ گھر کے سب سے دور اور تاریک ترین کونے میں ان کے لئے نماز کی جگہ بنا دی جائے۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق جگہ بنا دی گئی وہ اسی جگہ نماز پڑھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔

(مسند احمد: ۱/۱۷۱، مجمع الزوائد: ۲/۳۴)

فَائِدَہ: آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دقت نظر اور خواتین کی عزت وحرمت کا اندازہ کیجئے کہ مسجد نبوی جس میں ادا کی گئی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خواتین کے لئے اس کے بجائے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل اور بہتر فرماتے ہیں۔ اور پھر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اقتدا میں جو نماز ادا کی جائے اس کا مقابلہ تو شاید ہی پوری امت کی نمازیں بھی کر سکیں۔ لیکن آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی اقتدا میں

نماز پڑھنے کے بجائے عورتوں کے لئے اپنے گھر پر تنہا نماز پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے شرم وحیا اور عفت وعظمت کا وہ بلند ترین مقام جو آنحضرت ﷺ نے خواتین اسلام کو عطا کیا تھا اور جو بدقسمتی سے چند آزاد خیال اور مغرب زدہ لوگوں کے ہاتھوں خطرے میں ڈالا جارہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر کی چاردیواری میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا اگلے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابوداود و مشکوۃ: ص ۹۶)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے: عورتوں نے جونئی روش اختیار کرلی ہے اگر رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

(بخاری: ۱/۱۲۰، مسلم: ۱/۱۸۳، موطا امام مالک: ص ۱۸۴)

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد ان کے زمانے کی عورتوں کے بارے میں ہے اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے زمانے کی عورتوں کا کیا حال ہوگا؟

سوال نمبر ⑨: ان کے طریقہ تعلیم میں یہ بھی ہے کہ دوران تعلیم مرد اساتذہ بھی پڑھاتے ہیں جبکہ طالبات نے صرف نقاب لیا ہوتا ہے۔ اور درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

جواب: شریعت نے اجنبی مرد وزن کے اختلاط پر پابندی لگائی ہے۔ نیز جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ وہ اجنبی عورتوں کو نہ دیکھیں، اسی طرح عورت کو بھی حکم ہے کہ وہ اجنبی مرد کو نہ دیکھے۔ حدیث میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے گھر آئے تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ان سے پردہ

کرو تو ازواج کہنے لگیں کہ یہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھ رہی ہو۔ چنانچہ وہ پردے میں چلی گئیں۔

خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں چوں کہ شرعی حجاب کی شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ لہٰذا ایسے ادارے میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

سُوال نمبر ⑩: "WORDS OF THE PROPHET MUHMMAD"... جو کہ مولانا وحید الدین خان صاحب کی تصنیف ہے، اس کتابچے میں آپ ﷺ کے فرمودات کو جمع کیا گیا ہے اس پر تبصرہ فرمائیں۔

جَواب: اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور اخلاق و کردار کو سنوارنے سے متعلق صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ البتہ اگر کسی حدیث کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو کسی محقق عالم سے اس کا مطلب دریافت کرلیا جائے۔ خود اپنی طرف سے کوئی مطلب کشید نہ کریں۔

سُوال نمبر ⑪: ڈاکٹر فرحت نسیم صاحبہ کی کیسٹیں پیش خدمت ہیں سن کر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحبہ ڈپلومہ کورس کی منتظمہ ہیں۔

جَواب: ڈاکٹر صاحبہ کا درس مختلف مقامات سے سنا۔ ان کے درس میں اصول تفسیر کے قواعد اور آداب کی رعایت نہیں کی گئی۔ نیز ان کا انداز بیان بھی انتہائی غیر محتاط ہے۔ درس میں صرف قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ساتھ تلاوت آیات کا اہتمام نہیں ہے۔ یہ طرز عمل انتہائی خطرناک اور اصل قرآن سے اعراض اور اس میں تحریف کا سبب ہے۔ قرآن کریم حروف اور معانی دونوں کا مجموعہ ہے علماء نے قطعاً اس کی اجازت نہیں دی کہ قرآن پاک کا ترجمہ بغیر متن کے چھاپ دیا جائے یا بغیر تلاوت آیات کے صرف ترجمہ اور تفسیر پڑھانے اور بیان کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ ایسا عمل تحریف فی الدین اور اصل کے ضیاع کا مقدمہ اور سبب ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔ کیونکہ جب قرآن کا محض ترجمہ شائع کیا جائے گا یا بیان کیا

جائے گا تو ہر شخص بآسانی اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں جو چاہے گا اس میں ترمیم اور کمی بیشی کر سکے گا۔ اور پڑھنے اور سننے والا یہی سمجھے گا کہ قرآن یہی ہے۔ حالانکہ وہ قرآن نہ ہوگا۔ اور یوں تحریف کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو اصل قرآن کے ضائع ہونے کا باعث ہوگا۔

اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ کچھ تراجم اب بھی تو ایسے موجود ہیں جو اغلاط سے پر ہیں اور قرآن کے متن کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں؟ اس لئے اب اگر ان تراجم میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے ہے۔ اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں۔ تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہنچتا۔ اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جائیں گے اور اصل نظروں سے غائب ہوگا تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا۔ اور پھر کچھ عرصے بعد یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے۔ اس سے اعتقاد میں خرابی واقع ہوگی۔ اور عمل پر یہ اثر پڑے گا کہ ترجموں اور کیسٹوں کو لے کر آپس میں لڑیں گے۔ اور اصل کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوگی۔ نیز اس طریقہ کار سے اہل زیغ خوب فائدہ اٹھائیں گے اور بہت آسانی سے غلط تراجم اور تفاسیر کا موقع ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے اور سننے والا حافظ نہیں۔ اور اصل کی طرف رجوع کرنا ہر وقت آسان نہیں۔

نیز ایک غلط رواج یہ چل نکلے گا کہ لوگ صرف تراجم اور کیسٹوں کے پڑھنے اور سننے پر اکتفا کر لیا کریں گے اور اصل قرآن سے بے تعلق اور اجنبی ہو جائیں گے۔ اور اس کی تلاوت کا اہتمام آہستہ آہستہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔

نیز یہ طریقہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ایجاد کردہ ہے اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ طریق مروج ہو گیا تو جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی اصل کتابوں کی حفاظت نہ کر سکے تھے مسلمان بھی اپنی اصل کتاب گنوا بیٹھیں گے جبکہ اصل کی حفاظت فرض ہے اور اس میں خلل ڈالنا حرام اور ناجائز ہے۔

نیز خواتین کی آواز میں ترجمہ و تفسیر کی اشاعت بھی ممنوع اور حرام ہے کہ ہر کس و

نا کس اس کو سنے گا اور یہ مفاسد عظیمہ کا موجب ہے۔ لہٰذا مذکورہ ترجمے کا بقیمت لینا اور اس کو سننا اور اس کی اشاعت سب ناجائز ہے۔ اس کی جگہ کسی محقق عالم کے اصل کے ساتھ ترجمہ وتفسیر پر مشتمل کیسٹ سنیں جائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سُؤال نمبر ⑫: کیا ایک ہی مسلک کی اتباع ضروری ہے یا جس کی دل چاہے، اختیار کرلیا کریں۔

جواب غیر مقلدین کے اعتبار سے یعنی ان کو مطمئن کرنے کے اعتبار سے فرمائیں۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہی فقہ بنی، اور بہت سی ایسی باتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھیں جو کہ بعد کے ادوار میں سامنے آئیں مثلاً عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا، عورتوں کی آواز کا پردہ، چہرہ کا پردہ (اس کے بارے میں ہماری مسجد کے امام نے کہا تھا کہ اس زمانے کے اعتبار سے پردہ چہرے کے علاوہ تھا مگر آج کل کے خراب ماحول کی وجہ سے علماء کا چہرے کے پردے کے بارے میں اتفاق ہے) عورتوں کا بے جا گھر سے نکلنے سے منع کرنا (باوجود مکمل پردہ کے) وغیرہ۔

جَوَاب: عامی شخص کے لئے کسی متعین "امام" کی اتباع ضروری ہے۔ دین کے مسائل دو طرح کے ہیں ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح طور پر منقول چلے آرہے ہیں اور جن کو ہر شخص جانتا ہے کہ دین کا مسئلہ یہ ہے اس کے بارے میں کسی مسلمان کو نہ کسی عالم کے پاس جانے کی ضرورت پیش آئی ہے اور نہ کوئی جاتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کا فرض ہونا کہ سب کو معلوم ہے۔ دوسرے وہ مسائل ہیں جن میں اہل علم کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ عامی لوگوں کی ذہنی سطح سے اونچے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم خود قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کردیں اور ہماری اپنی عقل وفہم میں جو بات آئے اسے "دین" سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو حضرات قرآن وسنت کے ماہر ہیں ان

سے رجوع کریں اور انہوں نے اپنی مہارت، طویل تجربہ اور خداداد بصیرت سے قرآن و حدیث میں غور کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا اس پر اعتماد کریں۔ پہلی صورت خود رائی کی ہے۔ اور دوسری صورت کو تقلید کہا جاتا ہے۔ جو عین تقاضائے عمل وفطرت کے مطابق ہے۔

ماہرین شریعت کی تحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایک مسئلہ کے لئے قرآن وحدیث میں غور کرنے والے شخص کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص بہت سی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور ماہرین فن سے رجوع کرنے کو بھی اپنی کسر شان سمجھے اور اس مشکل کا حل وہ یہ تلاش کرے کہ طب کی مستند اور اچھی اچھی کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ شروع کر دے اور پھر اپنے حاصل مطالعہ کا تجربہ خود اپنی ذات پر کرنے لگے۔ تو توقع ہے کہ اول تو کوئی عقل مند ایسی حرکت کرے گا نہیں اور اگر کوئی شخص واقعی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ ماہرین فن سے رجوع کئے بغیر اپنے پیچیدہ امراض کا علاج اپنے مطالعہ کے زور سے کر سکتا ہے تو اسے صحت کی دولت تو نصیب نہیں ہوگی۔ البتہ اسے اپنے کفن دفن کا انتظام پہلے سے کر رکھنا چاہیئے۔

پس جس طرح طب میں خود رائی آدمی کو قبر میں پہنچا کر چھوڑتی ہے۔ اسی طرح دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی اور زندقہ کے غار میں پہنچا کر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے گمراہ اور ملحد فرقے ہوئے ان سب نے اپنی مشق کا آغاز اسی خود رائی اور ترک تقلید سے کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی سے پہلے تک ہوتا یہ تھا کہ جس شخص کو مسئلے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی وہ کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتا، اور اس پر عمل کرتا۔ لیکن چوتھی صدی کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے امت کو ائمہ اربعہ کی اقتدا پر جمع کر دیا۔ اس زمانے میں یہی خیر کی بات تھی۔ اس لئے کہ اب لوگوں میں دیانت وتقویٰ کی کمی آ گئی تھی۔

اگر متعین امام کی تقلید کی پابندی نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی پسند کے مسائل چن چن کر ان پر عمل کیا کرتا اور دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔ پس خود رائی کا ایک ہی علاج تھا کہ نفس کو کسی ماہر شریعت کے فتویٰ پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے۔ اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

غیر مقلدین حضرات کی جانب سے یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں فقہ نہ بنی اور تقلید کا رواج بہت صدیوں بعد ہوا اس لئے وہ "بدعت ہے" سراسر جہالت اور غلطی پر مبنی ہے اس لئے کہ اول تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ غیر مقلدین کے سوا جن کا وجود تیرہویں صدی میں بھی نہیں تھا۔ باقی پوری امت محمدیہ گمراہ ہوگئی نعوذ باللہ۔ اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں پیش کرتا ہے۔ اور چوں کہ اسلام قیامت تک کے لئے آیا ہے۔ اس لئے پوری امت کا ایک لمحہ کے لئے بھی گمراہی پر متفق ہونا باطل ہے۔

دوسرے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں بھی یہ دستور تھا کہ ناواقف اور عامی لوگ اہل علم سے مسائل پوچھتے اور ان کے فتوے پر بغیر طلب دلیل عمل کرتے تھے۔ اور اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ گویا "تقلید" کا لفظ اس وقت اگرچہ استعمال نہیں ہوتا تھا مگر تقلید کے معنی پر لوگ اس وقت بھی عمل کرتے تھے۔ سو آپ اس کا نام اب بھی تقلید نہ رکھئے اقتدا و اتباع رکھ لیجئے۔

تیسرے فرض کیجئے کہ اس وقت تقلید کا رواج نہ تھا تب بھی اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ دین اور شریعت پر چلنا فرض ہے۔ اور جو شخص معین امام کی تقلید کے بغیر شریعت پر چلنے کی کوشش کرے گا وہ کبھی نفس و شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ترک تقلید کا ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے

ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعوی کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دین داروں کے لئے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

گروہ اہل حدیث میں سے جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر ۴، جلد ا مطبوعہ: ۱۸۸۸)

اس لئے بغیر خطرات کے دین پر چلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے کسی ایک ماہر شریعت امام کی پیروی۔ معروضی طور پر دیکھا جائے تو غیر مقلدین حضرات بھی معدودے چند مسائل کے سوا۔ اہل ظاہر محدثین کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ اس لئے گو انہیں ''تقلید'' کے لفظ سے انکار ہے مگر غیر شعوری طور پر ان کو بھی اس سے چارہ نہیں اس لئے کہ دین کوئی عقلی ایجاد نہیں بلکہ منقولات کا نام ہے اور منقولات میں ہر بعد میں آنے والے طبقے کو اپنے سے پہلے طبقے کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے۔ یہ فطری چیز ہے جس کے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں۔ (دیکھئے اختلاف امت اور صراط مستقیم)

سوال نمبر ⑬: ڈاکٹر فرحت نسیم کے طریقہ کار کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ نیز انہوں نے امریکہ سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ امریکہ سے اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی کیا حیثیت ہے۔ واضح فرمائیں۔

جواب: اس کے طریقہ کار میں چونکہ شرعی حدود کی پابندی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ قطعا درست نہیں ہے۔ عموماً مغرب سے تعلیم حاصل کرنے والے مستشرقین کے افکار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور جدت پسندی کی آڑ میں اسلام کے مسلمہ احکام میں تحریف اور شکوک وشبہات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہی مغربی تعلیم گاہوں کا مقصد ہے۔ اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے اداروں اور مجلسوں کا مکمل بائیکاٹ کرے اور دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین

کرے۔

سوال نمبر ⑭: اس کورس میں شرکت کرنا دوسرے لوگوں کو دعوت دینا اور ان کی کتب پڑھنا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: اس کورس میں شرکت کرنا۔ اس کی دعوت اور نشر واشاعت میں مددگار بننا حرام اور ناجائز ہے۔